الف لیلہ کی کہانیاں

انوکھا فقیر

www.freepdfpost.blogspot.com

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان

www.pdfbooksfree.org
www.freepdfpost.blogspot.com

FREE PDF BOOKS
www.pdfbooksfree.org
TRUSTED DOWNLOADS

Download Free Pdf Books, High Quality Islamic books, Urdu, English, Pashto, Books and Novels on Islamic History, Action, Adventure, Romance, Horror, Poetry books in Urdu Pashto, and Persian languages

مجلسِ ادارت

سعدیہ راشد

مسعود احمد برکاتی ــــ رفیع الزماں زبیری

ناشر	:	ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان ناظم آباد نمبر ۳ کراچی ۷۴۶۰۰
طابع	:	مُعز پروسیس
اشاعت	:	۲۰۰۱ء
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
قیمت	:	۲۵ روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع، نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

جملہ حقوق محفوظ

Web Site address: W.W.W.hamdard.com.pak
[illegible]

ترتیب

۱-انوکھا فقیر ۴
۲-ظلم کا بدلہ ۱۳
۳-تقدیر یا تدبیر ۲۰
۴-سوتے جاگتے کا قصہ ۳۲

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

انوکھا فقیر

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید کے وزیر جعفر جب خلیفہ کے پاس آئے تو انھیں خاموش اور رنجیدہ پایا- جعفر نے خلیفہ کو دوبار سلام کیا مگر خلیفہ نے سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا- جعفر نے پھر سلام کیا اور پوچھا کہ کیا بات ہے خلیفہ کیوں اس قدر خاموش اور رنجیدہ ہیں-

خلیفہ نے جواب دیا کہ کبھی کبھی میری ایسی ہی حالت ہو جاتی ہے- کسی سے میرا بات تک کرنے کو جی نہیں چاہتا- اب تم آ گئے ہو تو کوئی اچھی بات کرو-

جعفر نے کہا کہ آج آپ کے شہر میں گشت کرنے کا دن ہے- اگر مناسب سمجھیں تو لباس تبدیل کر کے شہر میں چلیں- اس طرح آپ کا دل بھی بہل جائے گا-

خلیفہ تیار ہو گئے- دونوں نے اپنا لباس تبدیل کیا اور بھیس بدل کر محل کے خفیہ دروازے سے نکل کر شہر کی طرف چل پڑے- راستے میں ایک جگہ دیکھا کہ ایک نابینا فقیر کھڑا ہے- یہ دونوں اس کی طرف بڑھے- فقیر نے آہٹ سن کر صدا لگائی۔ "اللہ کے نام پر بابا--- کچھ خیرات ملے-"

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

خلیفہ نے ایک اشرفی نکال کر فقیر کے ہاتھ پر رکھ دی اور چلنے لگے۔ فقیر نے ان کا دامن پکڑ لیا اور بولا: "جس طرح آپ نے اللہ کے نام پر مجھے یہ دیا ہے' اسی طرح ایک چانٹا میرے منہ پر لگائیے۔"

خلیفہ ہارون الرشید یہ عجیب سوال سن کر بڑے حیران ہوئے اور اسے ایک نابینا فقیر کی بڑ سمجھ کر آگے بڑھنے لگے' لیکن فقیر نے دامن نہیں چھوڑا اور اصرار کرنے لگا کہ میرے منہ پر ایک چانٹا ماریے' اور اگر یہ منظور نہیں ہے تو اپنی اشرفی واپس لے لیجیے۔

خلیفہ نے اس کے اصرار پر مجبور ہو کر اس کے منہ پر ہلکے سے ایک چانٹا مار دیا۔

کچھ دور جانے پر ہارن الرشید کو خیال آیا کہ فقیر نے جو یہ حرکت کی تو ضرور اس میں کوئی راز ہے۔ انھیں جستجو ہوئی کہ یہ راز معلوم کرنا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے وزیر سے کہا کہ وہ اس فقیر کو جا کر بتا دیں کہ اس کو اشرفی خلیفہ نے دی ہے اور ان کا حکم ہے کہ وہ کل دوپہر کو ان کے دربار میں حاضر ہو۔

وزیر نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی۔ پھر یہ دونوں آگے بڑھے۔ کچھ دور گئے ہوں گے کہ دیکھا کہ ایک نوجوان ایک گھوڑی پر سوار ہے اور اس گھوڑی کو بڑے بے رحمی سے مار رہا ہے۔ خلیفہ کو یہ بہت ناگوار گزرا اور انھوں نے وزیر جعفر سے کہا کہ اس نوجوان کے پاس جاؤ اور اس کو بتاؤ ہم کون ہیں اور کہو کہ وہ کل دوپہر ہمارے دربار میں حاضر ہو۔ وزیر نے خلیفہ کے حکم کے مطابق نوجوان کو روک کر ہدایت کر دی کہ وہ کل دوپہر دربار میں حاضر ہو جائے۔

اب خلیفہ ہارون الرشید اور ان کے وزیر جعفر آگے بڑھے تو انھیں شہر کے کنارے

پر ایک بڑا عالی شان مکان نظر آیا۔ خلیفہ نے وزیر سے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان ہمارے کسی افسر کا ہے' جاؤ ذرا معلوم تو کرو یہ کس افسر کا مکان ہے اور اس کا برتاؤ اپنے پڑوسیوں اور اس علاقے کے لوگوں کے ساتھ کیسا ہے؟

وزیر جعفر نے مکان کے پاس جا کر معلومات کی۔ انھیں بتایا گیا کہ یہ عالی شان مکان ایک شخص کا ہے جس کا نام حسن ہے۔ یہ ایک بہت غریب آدمی تھا۔ اس کی مشکل سے گزر بسر ہوتی تھی۔ پھر یکا یک اس کے پاس بہت دولت آ گئی۔ اب یہ ایک بڑا تاجر اور کارخانہ دار ہے۔ یہ چوں کہ پہلے رسیاں بٹنے کا کام کرتا تھا اور اب بھی اس نے رسیاں بٹنے کے کارخانے قائم کر رکھے ہیں اس لیے لوگ اس کو حسن حبال کہتے ہیں۔ اپنے پڑوسیوں اور محلے کے لوگوں کے ساتھ اس کا برتاؤ بہت اچھا ہے۔

وزیر نے واپس آ کر خلیفہ ہارون الرشید کو یہ ساری باتیں بتائیں۔ خلیفہ نے سن کر کہا کہ اس کا حال بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے پاس دولت کہاں سے آئی۔ اس کو بھی کل دوپہر ہمارے دربار میں طلب کرو۔

اس کے بعد خلیفہ اور وزیر جعفر شہر سے واپس آ کر محل کی طرف چل دیے اور خفیہ دروازے سے اندر پہنچ گئے۔ محل میں پہنچ کر وزیر نے حسن حبال کو دوسرے دن دوپہر کو خلیفہ کے دربار میں حاضر ہونے کا حکم نامہ بھیج دیا۔

دوسرے دن دوپہر کو یہ تینوں آدمی' اندھا فقیر' گھوڑی سوار نوجوان اور حسن حبال' حکم کے مطابق خلیفہ کے دربار میں حاضر ہو گئے' اور سلام کر کے ایک طرف خاموش کھڑے ہو گئے۔ انھیں یہ نہیں معلوم تھا کہ خلیفہ نے انھیں کیوں طلب کیا ہے۔

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

ہارون الرشید نے تینوں کو دیکھا اور پھر اندھے فقیر کی طرف متوجہ ہو کر بولے: "بھئی، تمھارا نام کیا ہے اور تم نے سوال کرنے کے بعد اپنے منہ پر چانٹا کیوں لگوایا- یہ کیا ماجرا ہے؟"

فقیر نے ادب سے جواب دیا: "جناب عالی، میرا نام عبداللہ ہے اور میں اسی بغداد کا رہنے والا ہوں- میرے باپ نے مرتے وقت جو روپیہ پیسہ چھوڑا تھا، وہ میں نے فضول خرچی میں بہت جلد اڑا دیا اور تنگ دست ہو گیا- پھر میری بیوی نے مجھے سمجھایا اور میں نے اس کے کہنے پر دو اونٹ خرید کر بار برداری کا کام شروع کر دیا- اللہ نے اس کام میں برکت دی- رفتہ رفتہ میری حالت بہتر ہوتی گئی اور میں خوش حال ہو گیا- اب میرے پاس ۸۰ کے قریب اونٹ تھے اور میرا کام چل رہا تھا-

ایک دن میں ایک سوداگر کا مال بصرہ کی بندرگاہ پر پہنچا کر بغداد واپس آ رہا تھا کہ راستے میں ایک جگہ ستانے کے لیے بیٹھ گیا- اونٹوں کو بھی ان کے پاؤں باندھ کر چرنے کے لیے چھوڑ دیا- کچھ دیر گزری ہو گی کہ ایک درویش راہ چلتا آیا اور میرے پاس بیٹھ گیا- سلام دعا کے بعد ہم آپس میں باتیں کرنے لگے- ایک دوسرے سے واقفیت ہوئی- پھر ہم نے ساتھ کھانا کھایا- اس دوران میں درویش نے مجھ سے کہا کہ اس جگہ کے قریب جو پہاڑی ہے اس میں اتنا بڑا خزانہ ہے کہ اگر تم اسے اپنے سارے اونٹوں پر لاد دو تو بھی وہ کم نہ ہو- یہ سن کر مجھے لالچ آیا اور میں نے کہا کہ یہ خزانہ مجھے دکھائیے- درویش نے کہا کہ میں اس شرط پر تمھیں یہ خزانہ دکھا سکتا ہوں کہ تم اپنے آدھے اونٹ مجھے دے دو- میں نے دل میں سوچا کہ اپنے اسی اونٹوں میں سے چالیس اس کو دے دوں تو

بھی چالیس میرے پاس بچیں گے- خزانے سے بھرے یہ چالیس اونٹ بھی میری کئی پشتوں کے لیے کافی ہوں گے- اتنا بڑا خزانہ چالیس اونٹوں کے بدلے مل رہا ہے- یہ سودا برا نہیں- چنانچہ یہ سوچ کر میں نے درویش سے کہا کہ مجھے اس کی یہ شرط قبول ہے-

اس پر درویش نے مجھ سے کہا کہ میں اونٹوں کو لے کر اس کے پیچھے پیچھے چلوں- ہم تھوڑی دور چلے ہوں گے کہ ایک پہاڑی درہ نظر آیا- درہ چوں کہ بہت تنگ تھا اس لیے اونٹوں کو ایک قطار میں کر کے میں درویش کے پیچھے پیچھے اس درہ میں داخل ہوا- کچھ دور چلنے کے بعد درویش رک گیا اور کہنے لگا کہ ہم خزانے تک پہنچ گئے ہیں اونٹوں کو یہاں بٹھا دو- میں نے اس کے کہنے پر اونٹوں کو بٹھا دیا- پھر وہ مجھے لے کر آگے چلا- چند قدم چل کر اس نے لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی اور آگ پر کوئی خوشبودار سفوف چھڑک کر کچھ پڑھنے لگا جسے میں نہیں سمجھ سکا- چند لمحوں بعد اچانک زمین لرزنے لگی اور ایک جگہ سے پھٹ گئی- جس جگہ یہ زمین پھٹی وہاں ایک عالی شان دروازہ نظر آیا- درویش نے مجھے اشارہ کیا کہ آؤ اور پھر ہم دونوں اس دروازے کے اندر داخل ہو گئے-

عالی جاہ! میں جب اندر گیا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں- ہر طرف ہیرے جواہرات اور اشرفیوں کے انبار لگے تھے- میں اس کو دیکھتے ہی لالچیوں کی طرح جھپٹا اور یہ زر و جواہر اپنے اونٹوں پر لادنا شروع کر دیا- جب تمام اونٹ بھر گئے اور ہم واپس جانے لیے دروازے سے نکلنے لگے تو درویش نے چاندی کی ایک ڈبیا ایک صندوق سے نکالی اور مجھے دکھا کر اپنی جیب میں رکھ لی- اس کے بعد اس نے پھر کچھ پڑھنا شروع کیا جس کو میں سمجھ نہیں سکا- ہم ابھی دروازے سے نکلے ہی تھے کہ زمین پھر ہلی اور خزانے کا

www.pdfbooksfree.org
www.freepdfpost.blogspot.com

دروازہ خود بخود بند ہو گیا ہم پھر اسی درے میں پہنچ گئے جہاں سے گزر کر آئے تھے۔ درے سے نکل کر درویش اپنے چالیس اونٹ لے کر ایک طرف کو چلا اور میں اپنے باقی چالیس اونٹ لے کر بغداد کی طرف روانہ ہوا۔

اے خلیفہ! میں ابھی چند قدم ہی چلا ہوں گا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ بلاوجہ میں نے چالیس اونٹ درویش کو دے دیے۔ اگر یہ بھی میرے پاس ہوتے تو کتنا بڑا خزانہ میرے پاس ہوتا۔ میں نے یہ تو سوچا نہیں کہ درویش کی بدولت مجھے مفت میں اتنا بہت سا مال مل گیا اور اپنے چالیس اونٹ ہاتھ سے نکل جانے کا افسوس کرنے لگا۔ پھر مجھ سے صبر نہیں ہوا اور میں دوڑ کر درویش کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا: حضرت آپ تو تارک دنیا ہیں اتنے اونٹوں کا انتظام نہیں کر سکیں گے بہتر ہو گا کہ دس اونٹ ان میں سے مجھے واپس دے دیجئے۔ میری زبان سے یہ بات سن کر درویش نے کچھ کہے بغیر دس اونٹ مجھے واپس کر دیے اور تیس اونٹ لے کر چلا گیا۔ میں دس اونٹ لے کر واپس آنے لگا تو مجھے پھر خیال آیا کہ میں نے بڑی بے وقوفی کی کچھ اور اونٹ واپس مانگ لیتا۔ اس خیال کے آتے ہی میں پھر درویش کی طرف بھاگا اور اسے روک کر اس سے کہا کہ آپ درویش ہیں تیس اونٹوں کا بھی کیسے انتظام کریں گے۔ میں اس کام سے واقف ہوں' اونٹوں کی دیکھ بھال کرتا رہا ہوں۔ بہتر ہے کہ آپ بیس اونٹ مجھے اور دے دیں۔ درویش نے اب بھی کچھ نہ کہا' خاموشی سے بیس اونٹ میرے حوالے کر دیے اور دس اونٹ لے کر چل دیا۔

عالی جاہ! میں لالچ میں اندھا ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ کسی ترکیب سے باقی دس اونٹ بھی درویش سے واپس لے لوں۔ چنانچہ میں پلٹا اور دوڑتا ہوا درویش کے پاس پہنچا

اور جو دس اونٹ اس کے پاس باقی رہ گئے تھے وہ بھی اسی طرح کی باتیں کر کے اس سے لے لیے۔

اونٹ لے کر ابھی میں واپس ہی ہو رہا تھا کہ مجھے چاندی کی اس ڈبیا کا خیال آیا جو درویش نے میرے سامنے اپنی جیب میں رکھی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ اس ڈبیا میں کوئی ایسی قیمتی چیز ہے کہ درویش نے زر و جواہر سے بھرے چالیس اونٹ کچھ کہے سنے بغیر دے دیے۔ اس لیے جس طرح بھی ہو یہ ڈبیا حاصل کرنی چاہیے۔ چنانچہ میں نے چکنی چپڑی باتیں کر کے اور اس کی خوب تعریفیں کر کے اس سے التجا کی کہ وہ یہ ڈبیا مجھے دے دے مگر درویش نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے انکار کرنے سے مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ اس ڈبیا میں زر و جواہر سے بھی بڑھ کر کوئی قیمتی چیز ہے۔

افسوس ہے' عالی جاہ کہ لالچ نے میری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا اور بدقسمتی میرے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔ شاید در بدر کی ٹھوکریں کھانا اور بھیک مانگنا ہی میری قسمت میں لکھا تھا کہ میں نے زر و جواہر سے بھرے اسی اونٹوں کی پرواہ نہ کی اور اس ڈبیا کو حاصل کرنے کے لالچ میں دیوانہ ہو گیا۔ میں نے درویش کو دھمکی دی کہ اگر اس نے یہ ڈبیا میرے حوالے نہ کی تو میں اس سے زبردستی چھین لوں گا۔

درویش نے جب یہ دیکھا کہ میں ڈبیا لیے بغیر نہیں جاؤں گا تو اس نے وہ ڈبیا جیب سے نکال کر میرے حوالے کر دی' اور ایک طرف چل دیا۔ میں نے اسے روکا اور کہا کہ تم نے ڈبیا تو دے دی' اس میں کیا ہے یہ بھی تو بتاتے جاؤ۔ درویش نے جواب دیا کہ اس میں ایک عجیب و غریب قسم کا سرمہ ہے۔ اگر اس سرمے کو دائیں آنکھ میں لگاؤ تو زمین میں

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

دفن ساری دنیا کے خزانے نظر آ جاتے ہیں- میں یہ سن کر بہت خوش ہوا اور میں نے درویش سے کہا کہ وہ یہ سرمہ میری دائیں آنکھ میں لگا دے- پہلے تو درویش نے انکار کیا- پھر جب میں نے اصرار کیا تو اس نے ڈبیا میں سے سرمہ دانی نکال کر ایک سلائی سے جو سرمہ دانی کے ساتھ رکھی تھی، سرمہ میری دائیں آنکھ میں لگا دیا- سرمہ لگاتے ہی مجھے زمین میں پوشیدہ خزانے نظر آنے لگے- میں نے سوچا کہ ایک آنکھ میں سرمہ لگانے کی تو یہ تاثیر ہے اگر دونوں آنکھوں میں یہ سرمہ لگایا جائے تو اور نجانے کیا کیا پوشیدہ چیزیں نظر آنے لگیں گی- چنانچہ میں نے درویش سے کہا کہ وہ میری بائیں آنکھ میں بھی یہ سرمہ لگا دے- میری یہ بات سن کر وہ بولا کہ میں یہ نہیں کروں گا- اس کی تاثیر الٹی ہے- اگر بائیں آنکھ میں تم نے یہ سرمہ لگوایا تو نقصان اٹھاؤ گے، اندھے ہو جاؤ گے-

میں نے سوچا کہ درویش جھوٹ بولتا ہے بھلا ایک چیز ایک ہی وقت میں فائدہ اور نقصان کیسے پہنچا سکتی ہے- اس میں ضرور کوئی بڑا فائدہ ہے جو یہ میری دوسری آنکھ میں سرمہ نہیں لگانے دے رہا- میں نے درویش سے اصرار کیا کہ وہ میری بائیں آنکھ میں بھی سرمہ لگا دے- درویش نہیں مانا- میں اصرار کرتا رہا اور وہ انکار- آخر کار تنگ آ کر میں نے کہا کہ اگر اس نے میری بائیں آنکھ میں سرمہ لگانے سے انکار کیا تو میں اسے مار ڈالوں گا- یہ کہہ کر میں اس کی طرف بڑھا تو وہ کہنے لگا، اچھا ٹھیک ہے، اگر تم اسی قدر مصر ہو تو میں تمھاری بائیں آنکھ میں بھی یہ سرمہ لگائے دیتا ہوں مگر اس کا گناہ مجھ پر نہیں ہوگا- تمھیں جو نقصان پہنچے گا اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے- میں نے کہا، ہاں، تم میرے سرمہ لگا دو- درویش نے سلائی لے کر میری بائیں آنکھ میں سرمہ لگا دیا- جوں ہی سلائی میری آنکھ سے نکلی میری دنیا

تاریک ہو گئی- میں اندھا ہو گیا- میں چیخنے چلانے لگا اور درویش کو پکار پکار کہنے لگا کہ تم یہ سارے اونٹ یہ سارا خزانہ، یہ ڈبا سب لے لو، میری بینائی مجھے لوٹا دو-

درویش نے جواب دیا- اے لالچی انسان- افسوس کہ تو نے میری بات نہ مانی اور اس قدر لالچ کیا- اب جو مصیبت تجھ پر آئی ہے اس کا کوئی علاج نہیں- تیرے لالچ نے تجھے اندھا کیا ہے- اب ساری زندگی اس کی سزا بھگتا رہ-

درویش یہ کہہ کر اور اونٹوں کو ساتھ لے کر وہاں سے چل دیا اور میں روتا پیٹتا رہ گیا- اس سے میں نے ہر چند کہا اور فریاد کی کہ وہ اتنی مہربانی تو کر دے کہ مجھے راستے پر لگا دے تاکہ کسی آنے جانے والے قافلے کے ساتھ میں اپنے گھر پہنچ جاؤں مگر اس نے میری ایک نہ سنی- اس کے جانے کے بعد میں کسی نہ کسی طرح گرتا پڑتا، ٹھوکریں کھاتا پہاڑی سے نکلا- رات بھر وہیں بھوکا پیاسا پڑا رہا- اگلے دن ایک قافلے کا وہاں سے گزر ہوا- انھوں نے ترس کھا کر مجھے بغداد لا کر چھوڑ دیا-

اے خلیفہ، بس اسی دن سے میں بھیک مانگ کر گزارہ کر رہا ہوں- میں نے یہ عہد کر لیا تھا کہ جو مجھے بھیک دے گا اس سے میں یہ کہوں گا کہ خدا کے لیے ایک چانٹا بھی میرے منہ پر مارتا کہ مجھے اپنے لالچ کی سزا بھی ملتی رہے- آپ نے جب مجھے بھیک دی تو میں نے آپ سے بھی یہی التجا کی- آپ میری خطا معاف کریں-

خلیفہ نے نابینا فقیر کی کہانی سن کر کہا- واقعی تمھاری کہانی عبرت ناک ہے- لالچ کا انجام برا ہی ہوتا ہے- خیر اب تم بھیک مانگنا اور چانٹے کھانا چھوڑ دو- تمھیں کافی سزا مل گئی- آج سے تمھیں روزانہ شاہی خزانہ سے چار درہم ملتے رہیں گے جو تمھاری گزر بسر کے لیے کافی ہیں-

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

ظلم کا بدلہ

اس کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے گھوڑی پر بے رحمی کرنے والے نوجوان کو طلب کیا۔نوجوان نے آگے بڑھ کر خلیفہ کو سلام کیا اور خاموش کھڑا ہو گیا۔ہارون الرشید نے کہا۔"اے نوجوان، اب تم بتاؤ تم اس گھوڑی کو کیوں اس قدر بے رحمی سے مار رہے تھے۔جانوروں پر ظلم کرنا میں ہرگز گوارا نہیں کرسکتا۔"

نوجوان نے سر جھکا لیا مگر کوئی جواب نہیں دیا۔خلیفہ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہوئے۔انھوں نے کہا۔"نوجوان، اگر تم نے گھوڑی پر ظلم کرنے کی معقول وجہ نہ بتائی تو تمھیں سخت سزا دی جائے۔"

خلیفہ کا غصہ دیکھ کر نوجوان کانپنے لگا اور بولا، "اگر جان بخشی ہو تو میں اپنی داستان سناؤں۔"

خلیفہ نے کہا ڈرو نہیں۔"اگر تم نے سچ سچ سب کچھ بتا دیا تو تمھارا قصور معاف کر دیا جائے گا۔"

نوجوان کو اب اطمینان ہوا اور اس نے یوں کہنا شروع کیا:

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

عالی جاہ' میرا نام لقمان ہے- میرے باپ ایک دولت مند اور عزت دار آدمی تھے- چوں کہ میرے باپ کے پاس رپے پیسے کی کمی نہیں تھی اس لیے بڑے لاڈ پیار سے میری پرورش ہوئی- لیکن ابھی میری شادی بھی نہ ہوئی تھی کہ باپ اور ماں دونوں کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا اور میں اکیلا رہ گیا- کچھ دن تو ان کے غم میں اداس رہا پھر میں نے ہمت پر کمر باندھی اور باپ کا کاروبار سنبھال لیا- مجھے تنہائی بہت ستاتی تھی چنانچہ میں نے شادی کی ٹھان لی اور ایک خوب صورت لڑکی سے شادی کر لی- اس کا نام آمین تھا-

نکاح کے بعد جب دلہن گھر میں آئی اور رات کو ہم دونوں کھانا کھانے بیٹھے تو میں اس کے کھانے کے طریقے کو دیکھ کر حیران رہ گیا- دسترخوان پر طرح طرح کے مزے دار کھانے تھے لیکن اس نے کسی کھانے کو شوق سے نہیں کھایا- بس چاندی کے ایک کانٹے کے ذریعہ چند ٹکڑے منہ میں ڈال لیے- مجھے اس پر تعجب تو ہوا لیکن میں نے سوچا کہ ابھی اس کا بیاہ ہوا ہے' شرم کے مارے کھا نہیں رہی ہے- لیکن جب کئی دن تک اس کا یہی انداز رہا تو مجھے فکر ہوئی کہ یہ کھانا کیوں نہیں کھاتی- اگر کھائے گی نہیں تو زندہ کیسے رہے گی- یہ سوچ کر میں اس کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنے لگا-

ایک دن ایسا ہوا کہ ہم دونوں سو رہے تھے- آدھی رات کو میری بیوی بستر سے اٹھی- میری بھی آنکھ کھل گئی لیکن میں یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ کیا کرتی ہے چپ چاپ بستر پر اس طرح پڑا رہا جیسے گہری نیند سو رہا ہوں- میری بیوی نے اٹھ کر عمدہ لباس پہنا اور آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی- میں لپک کر بستر سے اٹھا اور یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ کہاں جاتی ہے' چھپتا چھپاتا اس کے پیچھے چل پڑا- مجھے خیال آیا کہ غالباً اس کی کسی سے دوستی ہے

اور یہ وہیں جاتی ہے اور اس کے ساتھ کھانا کھاتی ہے- اب چونکہ مجھ سے شادی ہو گئی ہے اس لیے بدنامی کے ڈر سے دن میں اس سے نہیں ملتی-

میں اسی طرح کے خیالات میں گم اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا- یہاں تک کہ ایک قبرستان آ گیا- میری بیوی اس قبرستان کے اندر چلی گئی- میں بھی اس کا پیچھا کرتا ہوا قبرستان میں چلا گیا اور ایک بڑے درخت کی آڑ میں چھپ کر دیکھنے لگا- میں نے دیکھا کہ ایک ڈراؤنی صورت کا آدمی وہاں بیٹھا ہے میری بیوی کو دیکھ کر وہ اٹھا- دونوں ایک دوسرے سے ملے اور پھر پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے- میں چوں کہ دور تھا اس لیے ان کی باتیں نہ سن سکا لیکن لگ رہا تھا جیسے ان دونوں میں بڑی دوستی ہے- مجھے ان کو اس طرح ایک دوسرے سے باتیں کرتے دیکھ کر بہت غصہ آیا اور اس آدمی سے خوف بھی آیا لیکن میں چھپا کھڑا خاموشی سے دیکھتا رہا- کچھ دیر بعد انھوں نے ایک قبر کھود کر ایک مردہ نکالا اور دونوں بیٹھ کر اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے لگے- یہ کریہہ منظر دیکھ کر میرا خون خشک ہو گیا- کھا چکنے کے بعد انھوں نے مردے کی ہڈیاں اسی قبر میں دفن کر دیں-

اس کے بعد میری بیوی وہاں سے چل دی- میں اس کے آگے آگے تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا گھر پہنچ گیا اور دروازہ کھلا چھوڑ دیا اور جلدی سے اندر آ کر بستر پر لیٹ کر سوتا بن گیا- میرے پیچھے پیچھے وہ بھی گھر کے اندر آئی اور بستر پر لیٹ کر سو گئی-

مجھے اپنی بیوی پر غصہ بہت آ رہا تھا اور اس سے سخت نفرت پیدا ہو گئی تھی مگر میں نے ضبط کیا اور باقی رات کسی نہ کسی طرح کاٹی- میرے دل میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے- کبھی سوچتا کہ اسے قتل کر دینا چاہیے اور کبھی سوچتا کہ اسے راہ راست پر لانا

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

چاہیے- آخر دل اسی بات پر ٹھہرا کہ اس کو سمجھانا چاہیے-شام کو جب میں کام کاج سے گھر واپس آیا تو میری بیوی نے کھانا لگوایا- ہم دونوں کھانے کے لیے بیٹھ گئے- میری بیوی حسب معمول اسی طرح برائے نام ایک کانٹے سے کھانا کھاتی رہی اور میں غصے سے پیچ تاب کھاتا رہا- آخر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے کہا- "اگر تمھیں یہ کھانے پسند نہیں ہیں تو جو کھانے پسند ہوں وہ پکوا لیا کرو- مجھے یقین ہے کہ میرے دستر خوان پر جو کھانے ہیں وہ مردے کے گوشت سے زیادہ مزے دار ہیں-"

ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ وہ یہ سمجھ کر کہ میں اس کے راز سے واقف ہو گیا ہوں سخت غصے میں آ گئی- میں اس کا چہرہ دیکھ کر ڈر گیا- اسی وقت اس نے گلاس میں پانی لے کر مجھ پر چھڑک دیا اور کہا "او بد بخت کتا بن جا-" اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہی میں انسان سے کتا بن گیا- اس کے بعد اس ظالم نے مجھے مار مار کر زخمی کر دیا اور گھر سے نکال دیا-

میں گھر سے نکلا تو محلے کے کتے میرے پیچھے لگ گئے اور مجھے اجنبی سمجھ کر کاٹنے دوڑنے لگے- میں کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچا کر بھاگا اور ایک قصائی کی دکان کے تختے کے نیچے چھپ کر بیٹھ گیا- قصائی نے رحم کھا کر دوسرے کتوں کو مار بھگا دیا- میں ساری رات اسی قصائی کی دکان کے تختے کے نیچے چھپا بیٹھا رہا- دوسرے دن صبح کو جب قصائی نے دکان کھولی تو میں بھی نکل کر باہر آ گیا- قصائی نے گوشت کا ایک ٹکڑا میری طرف پھینکا مگر میں نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں اور قصائی کے قریب آ کر دم ہلانے لگا- نجانے قصائی کو اس پر غصہ کیوں آیا- وہ ایک لکڑی لے کر مجھے مارنے اٹھا- میں وہاں سے بھاگ

نکلا اور ایک نانبائی کی دکان پر جا کر کھڑا ہو گیا- نانبائی نے رحم کھا کر روٹی کا ایک ٹکڑا میری طرف پھینکا جس کو میں نے اللہ کا شکر ادا کر کے کھا لیا اور وہیں رہنے کی ٹھان لی-

کچھ دن وہاں رہنے سے نانبائی مجھ پر اس قدر مہربان ہو گیا کہ روز شام کو وہ مجھے اپنے گھر لے جاتا اور صبح کو دکان پر لے آتا- وہ مجھے پیار کرتا اور محبت سے روٹی کھلاتا- میں اس کے اس اچھے برتاؤ سے بہت خوش تھا- وہ جیسا چاہتا ویسا کرتا- بہت دن اس طرح گزر گئے- ایک دن ایک عورت نے آ کر نانبائی کی دکان سے روٹی خریدی- رقم دے کر جب وہ جانے لگی تو میں نے دوڑ کر دانتوں سے اس کا دامن پکڑ لیا- سب لوگ حیران ہوئے- عورت نے دامن چھڑانے کی کوشش کی مگر میں نے نہیں چھوڑا- جو رقم اس نے دی تھی، وہ نانبائی کے ہاتھ میں تھی- جب اس نے مجھے اپنی طرف بلایا تو میں نے اچک کر رقم اس کے ہاتھ سے لے لی- ایک سکہ جو اس میں کھوٹا تھا وہ میں نے الگ کر کے نانبائی کی طرف پھینک دیا- جب نانبائی نے اسے دیکھا تو عورت سے کہا کہ یہ سکہ کھوٹا ہے اسی لیے میرے کتے نے تمھارا دامن پکڑ لیا- عورت کہنے لگی کہ نہیں یہ کھوٹا نہیں ہے- نانبائی بولا- میرا کتا کھرے اور کھوٹے کی پہچان رکھتا ہے- اگر یقین نہ ہو تو دوسرے سکوں میں اس سکے کو ملا کر کتے کے سامنے پھینکو-

چنانچہ عورت نے ایسا ہی کیا- میں نے پھر کھوٹے سکے کو نکال کر الگ ڈال دیا- سب لوگوں نے یہ تماشا دیکھا- میرا مالک بہت خوش ہوا اور پھر یہ بات سارے شہر میں پھیل گئی کہ فلاں نانبائی کے پاس ایک کتا ہے جو کھرے اور کھوٹے سکے پہچان سکتا ہے- ہر طرف سے لوگ میرا امتحان لینے کے لیے آنے لگے- میں ہمیشہ کھوٹے سکوں کو الگ

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

کردیتا- اب تو میری بڑی شہرت ہوگئی اور اس کے ساتھ ساتھ نانبائی کی دکان بھی چمک اٹھی- لوگ دور دور سے یہاں آنے لگے- ہر وقت دکان پر رونق لگی رہتی-

ایک دن ایک عورت اس دکان پر آئی اور ایک کھوٹا سکہ دوسرے سکوں میں ملا کر نانبائی کو دے دیا- نانبائی نے پرکھنے کے لیے رقم میرے سامنے ڈال دی- میں نے کھوٹا سکہ الگ کردیا- عورت نے یہ دیکھ کر کہا واقعی تو سچا ہے- پھر نانبائی کی آنکھ بچا کر مجھے اشارہ کیا کہ میرے ساتھ آ- میں اس کا اشارہ سمجھ گیا اور اس عورت کے جانے کے بعد اس کے پیچھے پیچھے چل دیا- نانبائی کو خیال بھی نہ گزرا- وہ جانتا تھا کہ یہ کتا مجھ سے محبت کرتا ہے- میرے پاس سے کہیں نہیں جائے گا- اس لیے نہ اس نے مجھے روکا اور نہ آواز دی- اس سے پہلے بھی میں ادھر ادھر چلا جاتا تھا-

خیر میں اس عورت کے جس نے مجھے اشارہ کیا تھا' پیچھے پیچھے چلا' چلتے چلتے وہ ایک گھر میں داخل ہوئی- میں بھی اندر چلا گیا- وہاں ایک نوجوان خوب صورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی- عورت نے میری طرف اشارہ کرکے اس سے کہا' بیٹی' یہ وہ کتا ہے جو کھرے اور کھوٹے سکوں کو شناخت کرتا ہے- لڑکی نے یہ سن کر میری طرف غور سے دیکھا اور کہا کہ میں ابھی سب کچھ بتا دیتی ہوں- اس کے بعد اس لڑکی نے پانی پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور پھر وہ پانی مجھ پر چھڑک کر بولی: اگر تو کسی اور شکل سے کتے کی شکل میں آیا ہے تو اپنی اصل شکل پر آجا-: اس کا یہ کہنا تھا کہ میں کتے سے پھر انسان بن گیا اور اس نوجوان لڑکی کے قدموں پر گر کر اس کا شکریہ ادا کرنے لگا- پھر میں نے اس کو اپنا پورا قصہ سنایا جسے سن کر وہ افسوس کرنے لگی- پھر بولی "میں چاہتی ہوں اس عورت کو اس کے کیے کی سزا دوں-"

لڑکی یہ کہہ کر ایک کمرے میں گئی اور تھوڑی دیر بعد ایک گلاس میں پانی لے کر باہر آئی- وہ گلاس اس نے مجھے دیا اور کہا کہ اس میں جو پانی ہے وہ گھر لے جا کر اپنی بیوی پر چھڑک دینا- پھر جس جانور کا تم نام لوگے' تمھاری بیوی وہی جانور بن جائے گی-

میں اس لڑکی کا شکریہ ادا کرکے سیدھا اپنے گھر پہنچا- میری بیوی مجھے دیکھ کر حیران ہوئی- میں نے فوراً پانی اس پر چھڑکا اور کہا- " گھوڑی بن جا" وہ اسی لمحے گھوڑی بن گئی- میں اس کو پکڑ کر اصطبل میں لے گیا اور خوب مارا یہاں تک کہ میں تھک گیا- عالی جاہ' یہ وہی گھوڑی تھی جس پر کل میں سوار تھا اور چابک مار رہا تھا- میرا یہ سلوک محض سزا کے طور پر ہے میں ظالم آدمی نہیں ہوں-

خلیفہ نے نوجوان کی یہ داستان حیرت سے سنی پھر کہنے لگے کہ کیا تم اپنی بیوی کو اس کی اصل صورت پر نہیں لا سکتے-

نوجوان نے کہا' عالی جاہ' یہ اپنی شکل آئے گی تو پھر فساد برپا کرے گی- اس کی سزا یہی ہے کہ یہ گھوڑی ہی رہے-

www.freepdfpost.blogspot.com

www.pdfbooksfree.org

تقدیر یا تدبیر

گھوڑی کا مالک نوجوان جب اپنی داستان سنا چکا تو خلیفہ نے حسن حبال کو اشارہ کیا اور کہا کہ وہ بتائے اس نے اتنا مال کہاں سے حاصل کیا- حسن حبال آگے بڑھا اور یوں اپنی کہانی شروع کی:

عالی جاہ! میرا نام حسن ہے اور میں اس شہر بغداد میں رسی بٹنے کا کام کیا کرتا تھا صبح سے شام تک سخت محنت کرنے کے باوجود مشکل سے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ بھرنے کے قابل روزی نصیب ہوتی تھی- ایک عرصے تک اسی طرح غربت اور افلاس میں دیانت داری سے زندگی بسر کرتا رہا- بے ایمانی اور جھوٹ میرے نزدیک دنیا کے تمام گناہوں سے بڑھ کر گناہ تھا- میری یہی بات شاید اللہ کو پسند آئی- اور اس نے دو اشخاص کو جن کو میں جانتا تک نہ تھا، میری مدد پر آمادہ کیا- بعد میں یہ دونوں میرے بھی دوست بن گئے- اللہ کے فضل سے زندہ وسلامت ہیں اور میری کہانی کے گواہ ہیں- ان میں ایک کا نام سعدی اور دوسرے کا سعد ہے-

اے خلیفہ! سعدی امیر کبیر آدمی تھا اور سعد غریب، لیکن دونوں میں پُر خلوص دوستی

www.pdfbooksfree.org
www.freepdfpost.blogspot.com

تھی- دونوں ایک دوسرے کا دم بھرتے تھے- ایک دن ان دونوں میں تقدیر اور تدبیر کے مسئلہ پر بحث چھڑ گئی- سعدی کہتا تھا کہ انسان کو غریبی اور خوشحالی' رنج اور راحت تدبیر سے حاصل ہوتی ہے- سعد اس سے متفق نہیں تھا- اس کا کہنا تھا کہ خوشی اور غمی' خوشحالی اور غریبی اللہ کی طرف سے ہے- جو کچھ ہوتا ہے تقدیر سے ہوتا ہے- اگر تقدیر خراب ہو تو تدبیر سے کچھ نہیں بنتا-

دونوں دوستوں میں یہ بحث دیر تک ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا- آخر کار انھوں نے کہا کہ چلو آزما کر دیکھتے ہیں' اور اس طرح کہ ایک غریب آدمی کو کچھ رقم دے دی جائے اور دیکھا جائے کہ وہ اس رقم سے کہاں تک اپنی حالت بہتر بنا سکتا ہے اور اپنی تدبیر سے کس قدر خوش حال ہو سکتا ہے- یہ فیصلہ کر کے دونوں ایک ایسے غریب آدمی کی تلاش میں نکلے جو محنتی ہو- بہت تلاش کے بعد انھوں نے میرا انتخاب کیا- ایک دن دونوں میرے پاس آئے- سلام دعا کے بعد انھوں نے مجھ سے میرا حال پوچھا- میں نے خوش دلی سے بتا دیا کہ میری گزر بسر کیسے ہو رہی ہے- اس پر دونوں نے آپس میں مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ تدبیر اور تقدیر کی آزمائش کے لیے میں موزوں آدمی ہوں- یہ فیصلہ کرنے کے بعد سعدی نے جو تدبیر کا قائل تھا مجھ سے کہا- حسن اگر میں تمھیں دو سو اشرفیاں کاروبار کرنے کے لیے دوں تو کیا تم اس رقم سے اپنا کاروبار اتنا بڑھا لو گے کہ تم آسودہ حال ہو جاؤ- میں نے جواب دیا کہ دو سو اشرفیوں سے میں ایک دم امیر تو نہیں بن جاؤں گا' لیکن اللہ کا فضل شامل حال رہا تو رفتہ رفتہ آسودہ حال ضرور ہو جاؤں گا- میرا یہ جواب سن کر سعدی نے دو سو اشرفیاں مجھے دیں اور کہا کہ یہ تم کو اللہ کے نام پر تمھارے مانگے بغیر دے رہا ہوں- ان

کو احتیاط سے خرچ کر کے تم اپنا کاروبار بڑھاؤ- ہم دونوں تمھاری تنگ دستی دور ہو جانے سے خوش ہوں گے- یہ کہہ کر وہ چلے گئے- میں ان دونوں کا دل ہی دل میں شکریہ ادا کر کے سوچنے لگا کہ ان کی دی ہوئی رقم کو اپنے کاروبار میں کس طرح لگاؤں کہ نفع بخش ہو-

چند گھنٹوں کی سوچ بچار کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے ان اشرفیوں کا کیا کرنا ہے- میں نے ایک سو نوے اشرفیاں ایک تھیلی میں بند کر کے اپنی پگڑی میں باندھ لیں اور دس اشرفیاں جیب میں رکھ کر بازار گیا- اس سے میں نے رسیاں بٹنے کے لیے سن خریدا اور گھر کی طرف چلا- راستے میں ایک قصائی کی دکان پر گوشت دیکھ کر میرا جی للچایا کیوں کہ بہت دنوں سے ہم نے گوشت نہیں کھایا تھا- چنانچہ میں نے مزدوروں کو جو سن اٹھائے ہوئے تھے گھر بھیج دیا اور میں خود گوشت خریدنے قصائی کی دکان پر چلا گیا- گوشت خرید کر جب میں اپنے گھر کے قریب پہنچا تو ایک چیل نے میرے ہاتھ میں گوشت دیکھ کر جھپٹا مارا- اسی جھپٹے میں میری پگڑی کھل گئی- چوں کہ گوشت چیل کے پنجے میں نہیں آیا تھا اس لیے وہ دوبارہ جھپٹی- گوشت تو اب بھی ہاتھ نہ آیا لیکن میری پگڑی اس کے پنجوں میں الجھ گئی- اسے لے کر اڑ گئی اور میں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا- میں اس کے پیچھے بھاگا لیکن وہ نجانے اڑ کر کس طرف چلی گئی- آخر تھک ہار کر اور اشرفیاں گنوا کر میں ننگے سر گھر پہنچا- مجھے اشرفیوں کے جانے کا افسوس تو تھا لیکن اس سے زیادہ یہ پریشانی تھی اگر سعدی نے آ کر پوچھا کہ تم نے اشرفیوں کا کیا کیا تو میں اس کو کیا جواب دوں گا- سچ بتاؤں گا تو اسے ہرگز یقین نہیں آئے گا- وہ مجھے جھوٹا سمجھے گا- غرض ساری رات اسی فکر میں گزر گئی- میری بیوی نے جب مجھے فکر مند دیکھ کر پوچھا کہ کیا بات ہے' میں اتنا پریشان کیوں ہوں تو مجھے اس کو اشرفیوں کو

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

اس طرح چلے جانے کا قصہ سنانا پڑا- وہ بھی رونے لگی- میں نے اس کو سمجھایا کہ قسمت میں جو لکھا ہے وہ پورا ہوتا ہے- ہماری قسمت میں غریبی لکھی ہے تو ایک سعدی کیا لاکھ سعدی بھی ہمیں دولت مند نہیں بنا سکتے-

خیر' چند دنوں تک تو اشرفیوں کا غم رہا' پھر اپنے کام میں لگ گیا- سارا دن محنت کرتا اور جو روزی ملتی اس سے گزر بسر کرتا- کچھ عرصے بعد وہی دونوں دوست یعنی سعدی اور سعد میرے پاس آئے اور مجھے اسی طرح غریبی کی حالت میں دیکھ کر مجھ سے پوچھنے لگے کہ تمھارا کیا حال ہے اور جو اشرفیاں تمھیں دی گئی تھیں ان کا کیا ہوا- تم نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا- میں نے شرمندگی سے سر جھکا لیا اور پھر کہنے لگا کہ آپ کو شاید میری بات پر یقین نہ آئے مگر حقیقت یہی ہے جو میں بیان کر رہا ہوں- پھر میں نے ان کو چیل کے پگڑی اور اس میں بندھی ہوئی اشرفیوں کے جھپٹا مار کر لے جانے کا واقعہ سنایا- سعد نے میری بات پر یقین کیا اور کہنے لگا ہاں ایسا ہو سکتا ہے پھر وہ سعدی سے بولا- تم نے دیکھا قسمت کا کھیل- اب تو میری بات پر یقین کرو کہ تقدیر کے سامنے تدبیر کی کچھ نہیں چلتی- مگر سعدی نے پھر یہی کہا کہ نہیں اصل چیز تدبیر ہے' تقدیر کچھ نہیں- کچھ دیر دونوں میں اسی پر بحث ہوتی رہی اور پھر سعدی نے دو سو اشرفیاں نکال کر مجھے دیں اور کہا کہ ان کو کام میں لاؤ- پہلے کی طرح ضائع نہ کرنا- مجھے امید ہے تم اس رقم سے آسودہ حال ہو جاؤ گے- یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور میں اپنے کام میں لگ گیا- اتفاق سے اس وقت میں گھر میں اکیلا تھا- میرے بیوی بچے عزیزوں کے ہاں گئے ہوئے تھے- میں اپنی دکان سے گھر واپس آیا تو میں نے مٹی کے ایک برتن میں ایک سو نوے اشرفیاں ڈال کر اس کا منہ بند کر دیا اور ایک ٹوکرے میں جس میں

بھوسہ بھرا ہوا تھا چھپا کر رکھ دیا- دس اشرفیاں میں نے اپنے پاس رکھ لیں جس سے میں نے رسیاں بٹنے کے لیے سن خرید لیا- اس واقعہ کے چوتھے دن میرے بیوی بچے گھر واپس آئے- میں اپنی بیوی کو یہ بتانا بھول گیا کہ میں نے بھوسے کے ٹوکرے میں اشرفیاں چھپا دی ہیں' اور دکان پر چلا آیا- اتفاق سے اسی دن گلی میں ایک شخص کھلی بیچتا ہوا آیا- میری بیوی کو سر دھونے کے لیے کھلی چاہیے تھی- اس نے بھوسے کا ٹوکرا دے کر کھلی خرید لی- دوپہر کو جب میں گھر آیا تو میں نے دیکھا کہ بھوسے کا ٹوکرا غائب ہے- ٹوکرے کو دیکھ کر مجھے اشرفیاں یاد آئیں جو میں نے بھوسے میں چھپا دی تھیں- میں نے بیوی سے پوچھا کہ بھوسے کا ٹوکرا کہاں ہے تو اس نے بتایا کہ وہ تو اس نے پھیری والے کو دے کر سر دھونے کے لیے کھلی خرید لی- بیوی کی زبان سے یہ سنتے ہی میری جان نکل گئی اور میں نے کہا تم نے مجھے تباہ کر دیا- جب میری بیوی کو بھوسے کے ٹوکرے میں اشرفیوں کے چلے جانے کا علم ہوا تو وہ بھی رونے پیٹنے لگی مگر اب کیا ہو سکتا تھا- ناچار تن بہ تقدیر صبر کیا- مجھے رہ رہ کر یہ خیال بے چین کر رہا تھا کہ اگر سعدی نے آ کر پوچھا تو میں کیا جواب دوں گا- اب تو وہ یقیناً مجھے جھوٹا اور احمق سمجھیں گے- اشرفیوں کے جانے کے افسوس اور اپنے جھوٹا بننے کے خیال نے مجھے بیمار ڈال دیا اور میری مالی حالت اور خراب ہو گئی-

آخر ایک دن اسی مایوسی اور پریشانی کے عالم میں وہ دونوں دوست سعدی اور سعد آ گئے- میں نے انھیں آتے دیکھا تو میرا بس نہ چلا کہ کس طرح ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاؤں- مگر وہ مجھے دیکھ چکے تھے- ناچار میں نے انھیں سلام کیا اور انھوں نے میرا حال پوچھا- میں شرم سے کچھ نہ کہہ سکا- جب انھوں نے اصرار کیا تو میں نے ان کی دی ہوئی

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

اشرفیوں کے دوبارہ کھو جانے کا قصہ سنایا اور اپنی شرمندگی کا اظہار کیا۔

سعدی کو سن کر افسوس ہوا۔ مگر انھوں نے کہا کہ کوئی فکر کی بات نہیں۔ اشرفیاں تمھیں قرض نہیں دی گئی تھیں کہ ان کی ادائیگی کی تمھیں پریشانی ہو۔ وہ تمھیں محض اللہ کے واسطے دی گئی تھیں تاکہ تم ان کو استعمال کر کے اپنی حالت درست کر لو۔ مجھے تمھارے حال پر افسوس ضرور ہے۔ بہر حال جو ہوا سو ہوا۔

یہ کہہ کر وہ جانے ہی کو تھے کہ سعد نے اپنی جیب سے ایک درہم نکال کر مجھے دیا اور کہا کہ اس کو اپنے پاس رکھو۔ اللہ تعالیٰ اس درہم کے ذریعہ تمھیں بہت جلد دولت مند کر دے گا۔ سعدی اپنے دوست کی اس بات پر خوب ہنسا اور کہنے لگا کہ جب چار سو اشرفیاں اس کو آسودہ حال نہ بنا سکیں تو ایک پیسے کے برابر اس ایک درہم کی کیا حقیقت ہے۔ مجھے ان کی باتیں سن کر بڑی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی لیکن سعد نے کہا تم سعدی کے مذاق اڑانے کی پرواہ نہ کرو۔ انشاءاللہ یہ درہم تمھیں بہت جلد امیر بنا دے گا۔ اس کو رکھ لو۔ میں نے سعد کے اصرار پر درہم لے کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ دن بھر کام کر کے جب میں رات کو گھر پہنچا تو وہ درہم میری جیب سے گر پڑا۔ میں نے اس کو اٹھا کر ایک طاق پر رکھ دیا۔

اس بات کو دو ایک دن ہی گزرے ہوں گے کہ میرے پڑوس میں جو ماہی گیر رہتا تھا اس کی بیوی میرے ہاں آئی اور میری بیوی سے کہنے لگی کہ ہمارا مچھلی پکڑنے کا جال ٹوٹ گیا ہے اور اسے ٹھیک کرنے کے لیے سوت لانا ہے۔ اگر ایک درہم ہو تو دے دو۔ محلے میں ہر جگہ پوچھ آئی ہوں کہیں سے بھی ایک درہم نہیں ملا۔

میری بیوی نے وہ درہم جو سعد مجھے دے گیا تھا اور میں نے طاق میں ڈال دیا تھا

اٹھا کر ماہی گیر کی بیوی کو دے دیا۔ وہ چلی گئی۔ دوسرے دن صبح صبح وہ آئی اور کہنے لگی کہ میرے میاں نے تمھارا شکریہ ادا کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر یہ درہم نہ ملتا تو میں جال ٹھیک نہ کر سکتا اور ہم آج بھوکے رہتے۔ اب میں مچھلیاں پکڑنے جا رہا ہوں اور میرا وعدہ ہے کہ پہلی مچھلی جو میرے جال میں آئے گی وہ میں تمھیں دوں گا۔

دوپہر کو ماہی گیر کی بیوی، ہماری پڑوسن پھر آئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک مچھلی تھی۔ میری بیوی کو وہ مچھلی دے کر کہنے لگی۔ جال ڈالنے پر پہلی یہ مچھلی آئی ہے اور یہ میرے میاں نے تمھیں بھیجی ہے۔ میری بیوی نے مچھلی لینے سے انکار کیا اور کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے مگر ماہی گیر کی بیوی نے اصرار کیا اور مچھلی دے کر چلی گئی۔ جب میری بیوی مچھلی کو صاف کرنے بیٹھی اور اس نے اس کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے شیشے کا ایک ٹکڑا نکلا۔ یہ اس نے بچوں کو کھیلنے کے لیے دے دیا۔ بچے اس سے کھیلتے رہے۔ رات کو جب ہم دسترخوان پر کھانے کے لیے بیٹھے تو میرے بڑے لڑکے نے شیشے کے اس ٹکڑے کو چپکے سے اندھیرے میں ایک طرف رکھ دیا۔ وہ چمکنے لگا۔ اس کی چمک دمک دیکھ کر دوسرا لڑکا اس کی طرف لپکا اور اسے اٹھا لیا۔ بڑے نے وہ اس سے لینا چاہا۔ اب دونوں میں چھینا جھپٹی اور دنگا فساد شروع ہو گیا۔ بڑا لڑکا اسے لے کر اندھیری کوٹھری میں گھس گیا۔ اس شیشے کے ٹکڑے کی چمک سے کوٹھری میں روشنی ہو گئی۔ دوسرے لڑکے بھی شور کرتے ہوئے کوٹھری میں گھس گئے۔ میں پریشان ہو کر انھیں ڈانٹنے کے لیے کوٹھری میں گیا تو شیشے کے ٹکڑے کو یوں چمکتا دمکتا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ باہر لا کر دیکھا تو چراغ کی روشنی اس کے سامنے ماند تھی۔ میں نے چراغ گل کر دیا تو بھی مکان میں روشنی رہی۔ میں نے کہا چلو سعد کے درہم سے اتنا فائدہ تو ہوا کہ

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

چراغ جلانے کے لیے تیل کے پیسے بچیں گے۔

شیشے کے اس ٹکڑے کو لینے کے لیے میرے لڑکوں میں جو چھینا جھپٹی ہوئی اور جو شور مچا اس سے پڑوسیوں کو فکر ہوئی کہ نہ جانے کیا معاملہ ہے۔ چنانچہ دوسرے دن صبح جب میں کام پر چلا آیا تو ہمارے ہمسایہ میں جو یہودی جوہری رہتا تھا اس کی بیوی میرے گھر آئی اور پوچھنے لگی خیریت تو ہے تمھارے گھر میں یہ رات کو کیا شور شرابا تھا۔ میری بیوی نے کہا کہ کچھ نہیں شیشے کے ایک چمکدار ٹکڑے پر یہ سب آپس میں لڑ رہے تھے۔ جوہری کی بیوی نے کہا وہ کیسا شیشے کا ٹکڑا ہے ذرا دکھاؤ تو۔ میری بیوی نے وہ لا کر اسے دکھایا۔ جوہری کی بیوی نے جو اسے دیکھا تو حیران رہ گئی اور بولی لاؤ یہ مجھے دے دو۔ میں اسے خرید لیتی ہوں۔ اس پر میرے لڑکوں نے شور مچایا کہ نہیں ہم اسے نہیں بیچیں گے۔ جوہری کی بیوی اپنے گھر گئی اور جا کر اپنے شوہر کو بتایا کہ خواجہ حسن حبال کے گھر اس طرح سے ایک بہت قیمتی ہیرا آ گیا ہے اور وہ لوگ اس کی قدر و قیمت سے ناواقف ہیں۔ غریب ہیں اسے فوراً خرید لینا چاہیے ایسا نہ ہو کہ انھیں اس کی قیمت معلوم ہو جائے اور پھر وہ زیادہ رقم کا مطالبہ کریں۔ جوہری کی بیوی اپنے میاں سے بات کر کے میرے گھر آئی اور میری بیوی سے کہنے لگی کہ وہ اس شیشے کے ٹکڑے کے بدلے بیس اشرفیاں دینے کو تیار ہے۔ ابھی وہ میری بیوی سے یہ کہہ ہی رہی تھی کہ میں بھی کھانا کھانے کے لیے گھر پہنچ گیا۔ میری بیوی نے سارا واقعہ مجھ سے بیان کیا۔ بیس اشرفیوں کا سن کر مجھے سعد کا خیال آیا جس نے یہ درہم دیتے وقت کہا تھا کہ انشاء اللہ اس سے تم بہت جلد امیر بن جاؤ گے۔ اس دوران میں جوہری

کی بیوی نے مجھے خاموش دیکھ کر سمجھا کہ شاید میں بیس اشرفیوں پر رضامند نہیں ہوں تو وہ جلدی سے بولی اچھا پچاس اشرفیاں لے لو۔ میں تو اپنی سوچ میں تھا سعد کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ بیس کی بجائے پچاس اشرفیوں کی بات سن کر مجھے کچھ شک ہوا۔ میں ابھی کوئی جواب نہیں دینے پایا تھا کہ جوہری کی بیوی نے کہا اچھا اگر پچاس اشرفیاں کم ہیں تو سو اشرفیاں لے لو اور یہ شیشے کا ٹکڑا مجھے دے دو۔ پچاس کی بجائے سو اشرفیوں کا سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شیشے کا ٹکڑا ایک قیمتی ہیرا ہے چنانچہ میں نے کہا کہ میں تو ایک لاکھ اشرفیوں کے بدلے بھی اسے دینا پسند کروں گا۔

اب جوہری کی بیوی بھی سمجھ گئی کہ مجھے اس چیز کی قیمت کا اندازہ ہے۔ وہ بولی کہ ایک لاکھ اشرفیاں تو بہت زیادہ ہیں۔ البتہ میں ستر ہزار اشرفیاں تک دینے کو تیار ہوں۔ ستر ہزار اشرفیاں سن کر تو میں سناٹے میں آ گیا اور چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا۔ جوہری کی بیوی اتنی دیر میں اپنے گھر جا کر جوہری کو بلا لائی۔ جب جوہری نے قیمت پوچھی تو میں نے سوا لاکھ بتائی۔ جوہری کہنے لگا کہ وہ اس ہیرے کے ایک لاکھ اشرفیاں دینے کو تیار ہے۔ کچھ دیر اس پر بحث ہوئی۔ پھر ایک لاکھ پر سودا ہو گیا اور اسی وقت جوہری ایک لاکھ اشرفیاں مجھے دے کر ہیرا لے گیا۔

ایک لاکھ اشرفیاں پا کر مجھے سعدی اور سعد کا خیال آیا اور میں نے سوچا کہ ان دونوں کو فوراً تلاش کرنا چاہیے تاکہ میں ان کا شکریہ ادا کروں۔ میں اسی وقت ان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا لیکن ان کا کچھ پتا نہ چلا۔ دوسرے دن میں نے ایک اچھی زمین خرید کر یہ عالی شان مکان بنوایا جو آپ دیکھ چکے ہیں عالی جاہ۔ اس مکان کو میں نے اعلا سامان سے

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

سجایا اور پھر باقی رقم سے اپنے کاروبار کو بڑھایا- کئی مقامات پر رسی بٹنے کے جو میرا آبائی پیشہ تھا' کارخانے قائم کیے' جن سے خوب آمدنی ہونے لگی اور میں ایک امیر آدمی بن گیا- لیکن سعد اور سعدی کا خیال میرے دل سے نہ نکلا اور میں مستقل ان کی تلاش میں رہا- پھر ایک دن وہ دونوں میرا حال احوال معلوم کرنے کے لیے خود ہی اس جگہ پہنچے جہاں میں پہلے رہتا تھا- مجھے وہاں نہ پا کر انھوں نے لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ خدا جانے اس کو کہاں سے اچانک اتنی دولت مل گئی کہ اب وہ بغداد کا ایک امیر سوداگر ہے- اس نے فلاں جگہ ایک عالی شان محل بنوایا ہے اور وہیں رہتا ہے- سعد اور سعدی آپس میں یہ بحث کرتے ہوئے کہ یہ دولت میرے پاس کہاں سے آئی- لوگوں کے بتائے ہوئے پتے پر میرے عالی شان مکان کی تلاش میں چلے گئے- سعدی کا دعویٰ تھا کہ انھوں نے مجھ کو جو چار سو اشرفیاں دی تھیں یہ اسی کی بدولت ہے اور میں نے ان کے کھو جانے کے بارے میں ان سے جھوٹ بولا تھا- سعد کا کہنا تھا کہ نہیں یہ اس ایک درہم کا کرشمہ ہے جو انھوں نے مجھے دیا تھا-

مکان پر پہنچ کر انھوں نے میرے خادموں کے ذریعہ اپنے آنے کی اطلاع کرائی- میں ان کا نام سن کر ننگے پاؤں اور ننگے سر ان کے استقبال کے لیے دوڑا- بڑی عزت سے ان کو اندر لا کر بٹھایا اور ان کا شکریہ ادا کیا- انھوں نے مجھے خوش حال دیکھ کر مبارک باد دی اور خوشی کا اظہار کیا- ادھر ادھر کی باتوں کے بعد انھوں نے جانے کو کہا لیکن میں نے کہا کہ آپ دونوں میرے ساتھ کھانا کھائے بغیر ہرگز نہیں جائیں گے- پھر میں نے ان کی خوب خاطر تواضع کی اور عمدہ کھانا کھلایا- کھانے کے بعد میں ان کو لے کر اپنے محل

کے باغ میں آیا اور میں نے ان کو اپنے دولت مند ہونے کا قصہ سنایا اور کہا کہ یہ سب اس درہم کی برکت سے ہوا جو سعد نے مجھے دیا تھا- سعدی نے میری بات کو تسلیم نہیں کیا اور یہی کہتے رہے کہ میری دولت مندی ان چار سو اشرفیوں کا نتیجہ ہے جو انھوں نے مجھے دی تھیں- ایک مچھلی کے پیٹ سے اس قدر قیمتی ہیرے کا نکلنا ناممکن بات ہے-

ہم اسی طرح باتیں کرتے ہوئے باغ میں ٹہلنے لگے- پھر ایک درخت کے پاس پہنچ کر رک گئے جس پر چیل کا ایک بڑا گھونسلا تھا اور میرے ملازم کے پرانے اعتقاد کے مطابق کے چیل کے گھونسلے میں مال ہوتا ہے اسے اتارنے کی کوشش کر رہے تھے- ہم کھڑے ہوئے یہ تماشا دیکھنے لگے- تھوڑی دیر میں ایک ملازم نے جو درخت پر چڑھا ہوا تھا چیل کا گھونسلا نکال کر اوپر سے نیچے پھینکا- اللہ کی قدرت اس گھونسلے میں سے میری وہ پگڑی جس میں سعدی کی پہلی بار دی ہوئی ایک سو نوے اشرفیاں تھیں' نکل آئی میں اپنی پگڑی کو پہچان کر فوراً اپکا اور اس میں بندھی تھیلی کو دیکھ کر خوشی کے عالم میں کہنے لگا کہ لیجیے جناب اللہ نے میرا سچ ثابت کر دیا- سعدی نے کہا ہو سکتا ہے یہ کسی اور کی پگڑی ہو اور اس تھیلی میں اشرفیوں کی بجائے کچھ اور ہو- میں نے کہا کہ یہ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے- اگر اس تھیلی میں ایک سو نوے اشرفیاں ہوئیں تو یہ میری ہے- چنانچہ تھیلی کو کھولا گیا اور اس میں سے وہی ایک سو نوے اشرفیاں نکل آئیں جو میں نے رکھی تھیں- میں نے یہ دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا جس نے میری سچائی میرے دوستوں پر ثابت کر دی-

اس کے بعد ہم سیر کرتے ہوئے واپس مکان کی طرف پلٹے- راستے میں جب ہم اصطبل سے گزرے تو سائیس نے کہا کہ جناب فلاں کام میں دیر ہو جانے کی وجہ سے آج

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

گھوڑوں کے لیے بھوسہ نہیں مل سکا- دکانیں بند ہو چکی ہیں- میں نے کہا کہ بے زبان جانوروں کو بھوکا رکھنا اچھا نہیں- جہاں سے ملے اور جس قیمت پر بھی ملے بھوسہ لے کر آؤ- چنانچہ اسی وقت میرے ملازم دوڑے اور پرانے بھوسے کے دو تین ٹوکرے لے آئے- میں نے اپنے سائیس کو حکم دیا کہ میرے سامنے گھوڑوں کو بھوسہ ڈال لو- سائیس جب ایک ٹوکرے میں سے بھوسہ نکالنے لگا تو ایک مٹی کا برتن جس کا منہ بند تھا' اس میں سے نکلا- سائیس نے وہ برتن میرے سامنے لا کر رکھ دیا- میں نے اسے فوراً پہچان لیا اور سعدی سے کہا- لیجئے اللہ نے مجھے سچا ثابت کرنے کے لیے یہ انتظام بھی کر دیا- یہ بھوسے کا وہی ٹوکرا ہے جس میں میں نے اشرفیاں چھپا کر رکھی تھیں- آپ اسے کھولیں یقیناً اس میں وہ ایک سو نوے اشرفیاں ہوں گی جو آپ نے مجھے دوسری مرتبہ دی تھیں- سعد نے برتن کا منہ کھولا تو واقعی اس میں ایک سو نوے اشرفیاں رکھی تھیں- اب سعدی بہت شرمندہ ہوئے- میری طرف سے بدگمانی کرنے پر معافی مانگنے لگے کہ واقعی وہ غلطی پر تھے تقدیر کے آگے تدبیر کا زور نہیں- پھر ہم گھر آ گئے- میں نے انھیں رات مہمان رکھا اور خاطر تواضع کر کے اگلے دن رخصت کیا- عالی جاہ' یہ ہے میری کہانی جو میں نے آپ کو پوری سنا دی-

خلیفہ ہارون الرشید نے کہا- تمھاری کہانی بھی عجیب ہے- وہ ہیرا جو تمھیں مچھلی کے پیٹ سے ملا تھا' اب میرے خزانے میں ہے- تم میرے خزانچی کو جا کر یہ کہانی پھر سناؤ تا کہ وہ ہیرے کے ساتھ اس کہانی کو لکھ کر شاہی خزانے میں محفوظ کرے- پھر ہارون الرشید نے نابینا فقیر' گھوڑی والے نوجوان اور قسمت والے سوداگر کو انعامات دے کر رخصت کیا-

سوتے جاگتے کا قصہ

بغداد میں ایک تاجر تھا بہت مال دار- اس کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام ابوالحسن تھا- یہ اپنے ماں باپ کا بڑا لاڈلا تھا- باپ اس کی ہر خواہش پوری کرتا- ابھی یہ جوان ہی ہوا تھا کہ تاجر کا انتقال ہو گیا- ابوالحسن ایک بڑی جائیداد کا مالک بن گیا- چوں کہ بچپن سے لاڈ پیار میں پلا تھا' اور اب باپ کی دولت کا اکیلا وارث تھا خوب عیش سے زندگی گزارنے لگا- خوشامدی اور مطلب پرست دوستوں نے اس کی دولت سے خوب فائدہ اٹھایا اور مختلف حیلوں بہانوں سے اسے لوٹنے لگے یہاں تک ایک ایک کر کے اس کی ساری جائیداد بک گئی- روپیہ پیسہ جو باپ نے نقد چھوڑا تھا وہ بھی ختم ہو گیا- اب ابوالحسن کے پاس کچھ نہ رہا- ماں نے بہت سمجھایا تھا کہ یہ دوست سب موقع پرست ہیں' ہمیں سوجھ بوجھ سے کام لینا چاہیے ان پر جو تم روپیہ لٹا رہے ہو کل یہ تمھاری طرف منہ پھیر کر بھی نہ دیکھیں گے مگر ابوالحسن تو دوستوں کے نرغے میں ایسا پھنس گیا تھا کہ نکل ہی نہ سکا جب اس کی جائیداد ختم ہو گئی اور روپیہ پیسہ پاس نہ رہا تو یہ دولت بھی ایسے غائب ہو گئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ- اب ابوالحسن کو احساس ہوا- اسے دوستوں کی بے وفائی کا مال کے نقصان سے زیادہ

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

رنج تھا-

ماں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو کہا کہ اب پچھتانے سے کیا فائدہ- جو ہوا سو ہوا اگر میری نصیحت پر عمل کرتے تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا خیر اب یوں کرو کہ میرے پاس جو زیور ہے اور جسے میں نے چھپا کر اسی برے وقت کے لیے رکھا تھا لے جاؤ اور فروخت کر کے کوئی کاروبار شروع کرو لیکن خبردار اب کسی موقع پرست کو دوست نہ بنانا-

ابوالحسن نے ایسا ہی کیا اور ماں کا زیور بیچ کر کاروبار شروع کر دیا- کچھ دن تو اس طرح گزرے ابوالحسن سب سے الگ اپنے کاروبار میں مصروف رہا لیکن دوستوں کے ساتھ وقت گزاری کی پرانی عادت سے مجبور ہو کر ماں سے کہا کہ میں دوستوں کے بغیر نہیں رہ سکتا- ماں نے کہا اچھا یوں کرو کہ روز ایک نئے دوست کے ساتھ وقت گزار لیا کرو لیکن خبردار ایک مرتبہ جس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ اسے دوبارہ اپنے دسترخوان پر نہ بلانا- نہ اس سے کوئی واسطہ رکھنا-

ابوالحسن نے سوچا کہ شہر کے دوستوں کے ساتھ تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ دوبارہ ان سے نہ ملا جائے میں ایسا کروں گا کہ شہر میں آنے والے مسافروں میں سے کسی ایک کو روزانہ اپنے گھر لے آیا کروں گا اور رات کو کھانا کھلا کر صبح کو رخصت کر دیا کروں گا- چنانچہ یہ سوچ کر اس نے اپنا وتیرہ یہ بنا لیا کہ روز شام کو شہر پناہ کے دروازے کے باہر پل پر بیٹھ جانا اور جو مسافر اس کو آتا دکھائی دیتا اس کو گھر لے آتا' اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتا' رات کو اپنے گھر میں سلاتا اور صبح کو رخصت کر دیتا-

ایک دن حسب معمول وہ پل پر بیٹھا کسی مسافر کا انتظار کر رہا تھا کہ خلیفہ ہارون

الرشید تیل کے سوداگر کا بھیس بدلے اپنے ایک غلام کے ساتھ شہر کا گشت کرنے کے لیے وہاں پہنچے- ابوالحسن نے سلام دعا کے بعد اپنے گھر آنے اور رات بسر کرنے کی دعوت دی- ہارون الرشید نے دعوت قبول کر لی اور ابوالحسن کے ساتھ اس کے گھر چلے گئے-

ہارون الرشید نے ابوالحسن کی سادگی اور بھولی بھالی باتوں سے اور اس کے اس روزانہ کے معمول سے یہ سمجھا کہ اس کے اس طرز عمل کی ضرور کوئی وجہ ہے- چنانچہ کھانے کے بعد جب وہ باتیں کرنے بیٹھے تو انھوں نے ابوالحسن سے اس کے حالات معلوم کرنے چاہے- ابوالحسن نے اپنے بغدادی دوستوں کا سارا قصہ سنا دیا اور اپنی ماں کی نصیحت بھی بتا دی- خلیفہ نے سن کر کہا کہ واقعی ایسے دوستوں پر تو مجھے بھی لعنت بھیجنے کو جی چاہتا ہے- پھر جب رات کافی گزر گئی انھوں نے کہا: ابوالحسن اب آپ آرام کریں' مجھے بھی صبح کو سفر کرنا ہے- مگر میں چاہتا ہوں کہ جانے سے پہلے آپ کی مہمان نوازی کا کچھ بدلہ چکا دوں-

ابوالحسن نے کہا: مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں- اللہ کا دیا سب کچھ ہے- میں تو آپ کا احسان مند ہوں کہ آپ نے میری دعوت قبول کی اور میرے ہاں آئے-

خلیفہ ہارون الرشید نے کہا: مجھے تو آپ کے ہاں آ کر خوشی ہوئی- اللہ آپ کو اور زیادہ خوش حالی عطا کرے- آپ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں پھر بھی آپ کا کوئی کام ہو تو بتائیے- مجھے وہ کرنے میں خوشی ہوگی- میں بھی چاہتا ہوں کہ آپ کی کوئی خدمت کروں- آپ کی کوئی خواہش ہو' کوئی تکلیف ہو تو بتائیے-

ابوالحسن نے کہا: آپ کا شکریہ- میری کوئی خواہش نہیں البتہ مجھے ایک تکلیف ضرور ہے مگر اس میں آپ کچھ نہیں کر سکتے- بات یہ ہے کہ اس محلے کی مسجد کا جو موذن

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

ہے وہ اور اس کے ساتھی بہت پاجی ہیں- ان کی حرکتوں سے پورا محلہ پریشان ہے مگر وہ کچھ نہیں کر سکتے - اگر اللہ تعالیٰ مجھے ایک دن کے لیے خلیفہ بنا دے تو میں اس موذن کو اور اس کے ساتھیوں کو ایسی سزا دوں کہ یاد کریں-

خلیفہ یہ سن کر مسکرائے اور بولے: اللہ کرے کہ آپ کی یہ آرزو پوری ہو- انھوں نے دل میں سوچا کہ جیسے بھی ہو اس کو ایک دن کے لیے خلیفہ ضرور بناؤں گا - یہ سوچ کر انھوں نے نظر بچا کر بے ہوشی کی دوا ابوالحسن کی قہوہ کی پیالی میں ڈال دی - ابوالحسن قہوہ پیتے ہی دوا کے اثر سے بے ہوش ہو گیا- خلیفہ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس کو اٹھا کر محل میں لے جائے اور ان کی خواب گاہ میں پہنچا دے- غلام نے حکم کی تعمیل کی- اس کے بعد خلیفہ نے محل میں پہنچ کر اپنے غلاموں' اور کنیزوں کو حکم دیا کہ ابوالحسن کو ان کے کپڑے پہنا کر ان کے بستر پر لٹا دیا جائے اور کل شام تک اس کو خلیفہ سمجھ کر اسی طرح اس کی عزت کی جائے ور اس سے خطاب کیا جائے جس طرح ان کے ساتھ کیا جاتا ہے-

اس کے بعد خلیفہ نے اپنے وزیر جعفر کو بلایا اور حکم دیا کہ کل یہ شخص میرا قائم مقام ہو کر تخت خلافت پر بیٹھے گا- اس کا اسی طرح احترام کیا جائے جیسا میرا کیا جاتا ہے اور جو بھی یہ حکم دے اس کی تعمیل کی جائے- سارے شاہی آداب اسی طرح ادا کیے جائیں-

ہارون الرشید یہ تمام ہدایتیں دے کر اپنے محل میں ایسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے جہاں سے وہ ابوالحسن کی تمام حرکتیں دیکھ سکیں-

ابوالحسن شاہی لباس پہنے' خلیفہ کے بستر پر لیٹا رہا- فجر کے وقت معمول کے مطابق ایک کنیز نے ابوالحسن کو جگایا اور کہا کہ عالی جاہ' فجر کی نماز ادا فرمایئے- ابوالحسن نے آنکھیں

کھولیں- چاروں طرف نگاہ ڈالی تو بھونچکا رہ گیا- کبھی وہ زرق برق کپڑوں میں حسین وجمیل کنیزوں کو دیکھتا اور کبھی شاہی محل کے سجے سجائے کمرے کو دیکھتا- اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا اور وہ یہ سوچ کر میں خواب دیکھ رہا ہوں پھر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا- اسے خیال آیا کہ رات موصل کے سوداگر سے باتیں کرتے ہوئے خلیفہ کا ذکر آیا تھا' بس وہی خواب میں دیکھ رہا ہوں-

جب ابوالحسن نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور سو جانے کا ارادہ کیا تو ایک کنیز نے بڑے ادب سے جگاتے ہوئے کہا: امیر المومنین' یہ نماز کا وقت ہے- ابوالحسن ان الفاظ کو سن کر حیران ہو کر اٹھ بیٹھا اور سوچنے لگا کہ واقعی میں جاگ رہا ہوں اور اللہ نے مجھے سچ مچ خلیفہ بنا دیا ہے- اتنے میں خلیفہ کے خاص خدمت گار مسرور نے دست بدستہ عرض کیا- عالی جاہ' مزاج مبارک کیسا ہے- آج صبح نماز ادا نہیں فرمائی- اب دربار عام کا وقت ہو رہا ہے- تمام امیر اور وزیر دربار میں آپ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں-

ابوالحسن اب اور بھی حیران ہوا اور مسرور سے کہنے لگا کہ تم کس سے باتیں کر رہے ہو- وہ بولا - امیر المومنین خلیفہ وقت سے- ابوالحسن نے کہا' نہیں تم بھول رہے ہو- میں خلیفہ نہیں ہوں- مسرور ادب سے بولا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ غلام آپ کو بھول جائے- عالی جاہ' آپ نے رات کوئی برا خواب تو نہیں دیکھا-

ابوالحسن نے یہ سن کر ایک کنیز کو قریب آنے کو کہا اور اس سے کہنے لگا- تم بتاؤ میں کون ہوں؟

کنیز بولی: ''آپ امیر المومنین خلیفہ وقت ہیں-''

www.freepdfpost.blogspot.com

www.pdfbooksfree.org

ابوالحسن کی کچھ سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے-کل تک وہ ایک عام آدمی تھا- آج اچانک امیرالمومنین کیسے بن گیا- وہ یہی سوچ رہا تھا کہ مسرور نے پھر کہا کہ دربارعام کا وقت ہوگیا ہے اور لوگ خلیفہ کے منتظر ہیں- اس پر ابوالحسن بستر سے اٹھا-پورے محل میں دعائیہ کلمات اور آداب وسلام کا شور مچ گیا- ابوالحسن کا شب خوابی کا لباس اتار کراسے شاہی لباس پہنایا گیا- پھر وہ سب کے سلام کا جواب دیتا ہوا دو غلاموں کے سہارے دربار میں پہنچا- دربار میں خلیفہ کاوزیر جعفرآگے بڑھ کر دعا اور آداب بجالا کر اپنی نشست پر بیٹھ گیا- باقی امیراوروزیر بھی آداب بجا کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے-

اب وزیر نےلوگوں کے مقدمے پیش کرنے شروع کیے-لیکن ابوالحسن نے حکم دیا کہ پہلے کوتوال شہر کو حاضر کیا جائے- کوتوال شہر حاضر ہوگیا-ابوالحسن نے اسے حکم دیا کہ فلاں محلے میں' فلاں مسجد کے موذن اور اس کے ساتھیوں کوسوسو درے لگا کر منھ کالا کر کے سارے شہر میں پھراؤ ' پھر شہر کے باہر نکال دو اور اعلان کردو کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو محلے کےلوگوں اور ہمسایوں کو ستاتا ہے- چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی-

اس کے بعدابوالحسن نے حکم دیا کہ اس محلے میں ابوالحسن نام کے ایک نوجوان کی والدہ رہتی ہیں ان کوایک ہزاراشرفیاں پہنچادی جائیں-اس حکم کی بھی تعمیل ہوئی-ابوالحسن نے اب دوسرے مقدمات کا فیصلہ کیااور دربار سے اٹھ کرمحل میں آ گیا-خلیفہ کا خادم خاص مسرورابوالحسن کو پہلے کھانے کے کمرے میں لے گیا جہاں خادماؤں اور کنیزوں نے بڑے ادب سے طرح طرح کے لذیذ کھانے دسترخوان پر لگادیے- ابوالحسن کے کھانا شروع کرتے ہی گانے والیاں سلام کرتی ہوئی آ گئیں اور گانے اور ساز بجانے لگیں-

ابوالحسن حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا-اسے اب بھی یقین نہ آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ حقیقت ہے اور وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہا ہے-یہ یقین کرنے کے لیے وہ جاگ رہا ہے اس نے اپنی بوٹی نوچی اور جب تکلیف ہوئی تو دل میں کہنے لگا- یہ خواب نہیں حقیقت ہے- میں واقعی خلیفہ بن گیا ہوں-

کھانا کھاتے ہوئے ابوالحسن کبھی اپنے آپ کو دیکھتا اور کبھی شاہی محل کی خوب صورت کنیزوں کو-اس نے ان کنیزوں کو دسترخوان پر بٹھالیا کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ-اپنے ہاتھ سے انھیں کھانے اور میوے کھلائے-سب کے نام پوچھے-

کھانے کے بعد مسرورابوالحسن کوایک اور کمرے میں لے گیا جو پہلے کمرے سے بھی زیادہ خوب صورتی سے سجا ہوا تھا-ابوالحسن اس کمرے کی خوبصورتی اوراعلا سامان کو دیکھ کر حیران ہوتا رہا- اس کے بعد مسرور اسے ایک اور کمرے میں لے گیا جہاں ایک سے زیادہ ایک خوب صورت کنیزیں موجود تھیں-یہ کمرہ پہلے دو کمروں سے بھی زیادہ عالی شان تھا- یہاں ابوالحسن بڑی شان سے مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھا-کنیزوں نے ساز سنبھالے اور گانا شروع کردیا- ابوالحسن گانے میں ایسا مست ہوا کہ اپنی خبر نہ رہی-اس وقت خلیفہ ہارون الرشید نے جو پردے کے پیچھے چھپے یہ سب تماشا دیکھ رہے تھے ایک کنیز کو اشارہ کیا کہ اب اس کو بے ہوشی کی دوا جام میں ڈال کر پلا دے-کنیز نے تعمیل کی اور جام ابوالحسن کو پیش کیا جو اسے ایک ہی گھونٹ میں پی گیا- چند ہی لمحوں میں وہ بے ہوش ہوگیا-

اس کے بے ہوش ہوتے ہی خلیفہ پردے سے نکل آئے اور حکم دیا کہ ابوالحسن کی شاہی پوشاک اتار کر اسے وہ لباس پہنا دیا جائے جو وہ پہلے پہنے ہوئے تھا اور اسے خاموشی

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

سے اسی محلے میں اس کے گھر جہاں سے وہ لایا گیا تھا، پہنچا دیا جائے۔ خلیفہ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔

ابوالحسن جب بے ہوشی کے عالم میں اپنے گھر پہنچا دیا گیا تو وہ صبح دیر تک سوتا رہا۔ جب بے ہوشی کا اثر ختم ہوا اور اس کی آنکھ کھلی تو خود کو شاہی محل کی بجائے اپنے پرانے گھر میں پایا۔ اس نے آنکھیں مل مل کر دیکھا، کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اس نے شاہی محل کی کنیزوں کو ان کے نام لے کر پکارنا شروع کر دیا لیکن وہ ہوتیں تو بولتیں۔ آخر اس کے چلانے کی آواز سن کر اس کی ماں دوڑتی ہوئی آئی اور اس کی بلائیں لیتے ہوئی بولی: "بیٹا خیر تو ہے، آج کیسی باتیں کر رہا ہے۔"

ابوالحسن نے ایک بوڑھی عورت کو سامنے دیکھا تو بولا: "ارے بڑی بی، تم کس کو اپنا بیٹا کہہ رہی ہو؟"

ماں نے حیرت سے کہا: "ابوالحسن تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اپنی ماں کو بھی نہیں پہچانتا۔"

ابوالحسن بولا: "خبردار، ادب سے بات کرو۔ کون ابوالحسن؟ میں تو امیر المومنین ہوں مسلمانوں کا خلیفہ۔"

ابوالحسن کی ماں پریشان ہو گئی۔ سمجھی کہ میرا بیٹا شاید پاگل ہو گیا ہے جو ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔ وہ پیار سے اسے سمجھانے لگی۔ "بیٹا خدا کے لیے ہوش کرو۔ ایسا نہ ہو کوئی سن لے اور ہماری شامت آئے۔"

اب ابوالحسن کو بھی ہوش آیا۔ حیرانی سے بولنے لگا: "اماں کیا واقعی میں ابوالحسن

ہوں؟"

ماں نے کہا: "ہاں بیٹا، تم ابوالحسن ہی ہو۔ یہ تمھارا گھر ہے کیا اسے نہیں پہچانتے؟"

ابوالحسن نے چاروں طرف دیکھا اور کہنے لگا: "ہاں یہ گھر تو میرا ہی ہے۔ میں شاید ابوالحسن ہی ہوں۔ مگر میں کیا کروں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ معاملہ کیا ہے۔"

اس کی ماں بولی: "بیٹا بات سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔ تو خلیفہ کیسے ہو سکتا ہے یہ بے ادبی کی بات ہے۔ اللہ خلیفہ کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ کل ہی انھوں نے اس موذن کو اور اس کے ساتھیوں کو جنھوں نے سارے محلے کو ستا رکھا تھا پٹوا کر شہر سے نکال دیا ہے اور ایک ہزار اشرفیاں مجھے بھجوائی ہیں۔"

یہ سن کر ابوالحسن کو پھر غصہ آ گیا اور بولا:

"بڑی بی، ادب سے بات کرو۔ میں نے ہی تو کوتوال کو حکم دیا تھا کہ موذن اور اس کے ساتھیوں کے درے لگا کر انھیں شہر سے نکال دیا جائے اور تمھیں بھی ایک ہزار اشرفیاں بھجوائی تھیں۔ اب بھی تم مجھ کو امیر المومنین نہیں سمجھتی ہو اور بڑھ بڑھ کر گستاخی سے بولے جا رہی ہو۔"

اپنے بیٹے کی زبان سے یہ باتیں سن کر ابوالحسن کی ماں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا کہ ہائے میرا بیٹا دیوانہ ہو گیا۔ اس کا شور سن کر محلے والے آ گئے اور ذرا سی دیر میں شہر بھر میں یہ بات پھیل گئی۔ کوتوال شہر کو بھی خبر ہو گئی۔ وہ آ گیا اور ابوالحسن کو دیوانہ سمجھ کر پاگل خانے بھجوا دیا۔ راستے میں سپاہیوں نے اس کی خوب پٹائی کی۔ مگر خلافت کی بو اس کے دماغ میں

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

ایسی سمائی تھی کہ وہ اب بھی اپنے آپ کو خلیفہ سمجھ رہا تھا- جب اپنے آپ کو دیکھتا' اپنے گھر کو یاد کرتا تو خیال آتا کہ وہ ابوالحسن ہی ہے مگر جب موذن کو اس کے حکم سے سزا دیے جانے اور شہر سے نکال دیے جانے اور ایک ہزار اشرفیاں اپنی ماں کو بھجوائی جانے کا خیال آتا تو اپنے خلیفہ ہونے میں شبہ نہ رہتا- غرض اسی حیرانگی میں پندرہ دن اس کو پاگل خانے میں رہتے ہوئے گزر گئے-

ایک دن اس کی ماں اس سے ملنے آئی تو بیٹے کی حالت دیکھ کر رونے لگی- کس قدر دبلا اور کمزور ہو گیا تھا- ابوالحسن نے ماں کو ادب سے سلام کیا- ماں سمجھی کہ اب میرا بیٹا سنبھل گیا ہے پیار سے کہنے لگی: "بیٹا کیا اب بھی تم خود کو خلیفہ سمجھتے ہو؟"

ابوالحسن ماں کی بات سن کر رو پڑا اور کہنے لگا: "اماں' میرا قصور معاف کر دو- میں واقعی تمھارا بیٹا ابوالحسن ہوں- میں شاید دیوانہ ہو گیا تھا-"

ماں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ بیٹا ٹھیک ہو گیا اور پاگل خانے کے داروغہ سے منت سماجت کر کے اسے وہاں سے نکال کر گھر لے آئی- کئی دنوں تک اس کی اچھی دیکھ بھال کی جس سے ابوالحسن کی صحت بحال ہوئی اور اس کے جسم میں طاقت و توانائی آئی- اب وہ معمول کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے لگا اور پرانے طریقے کے مطابق روزانہ شام کو شہر پناہ کے باہر چلا جاتا اور ایک مسافر کو اپنے گھر لے آتا' اس کی خاطر تواضع کرتا اور صبح کو رخصت کر دیتا-

ایک دن معمول کے مطابق وہ پل پر کسی مسافر کے انتظار میں بیٹھا تھا کہ خلیفہ ہارون الرشید موصل کے سوداگر کا بھیس بدلے' غلام کو ساتھ لیے پھر وہاں پہنچے- ابوالحسن نے

اسے پہچان کر منہ پھیر لیا اور اس کی وجہ سے جو تکلیفیں اسے اٹھانا پڑی تھیں انھیں یاد کر کے اسے دل ہی دل میں برا بھلا کہنے لگا-

ہارون الرشید نے بھی ابوالحسن کو پہچان لیا اور اس کے پاس جا کر اونچی آواز سے سلام کیا اور اپنا تعارف کرایا- ابوالحسن نے کوئی جواب نہ دیا اور ایسے بیٹھا رہا جیسے انھیں دیکھا ہی نہیں- ہارون الرشید نے کہا: "ارے بھئی تم نے نہیں پہچانا- ایک مہینہ ہوا تم نے میری اس قدر تواضع کی تھی' اپنے گھر لے گئے تھے اچھا کھانا کھلایا تھا- شاید تم اپنے اس عہد کی وجہ سے کہ جس کو ایک بار اپنے گھر لے گئے تھے دوبارہ نہ لے جاؤ گے' میری طرف توجہ نہیں کر رہے ہو- لیکن میں ٹلنے والا نہیں-"

ابوالحسن نے خلیفہ کو جو موصل کا سوداگر بنے ہوئے تھے' ٹالنے کی بہت کوشش کی مگر انھوں نے منت سماجت کر کے اور یہ وعدہ کر کے کہ اگر اسے کوئی تکلیف ان کی ذات سے پہنچی ہے تو بتائے تاکہ وہ اس کی تلافی کر دیں گے' ابوالحسن کو منا ہی لیا- پھر جب ابوالحسن نے جو کچھ اس پر بیتی تھی وہ بتائی تو خلیفہ ہنس پڑے- ابوالحسن اس پر پھر خفا ہو گیا اور بولا کہ افسوس' میری مصیبت کی داستان سن کر میرے ساتھ ہمدردی کرنے کی بجائے تم ہنس رہے ہو- مجھے بے وقوف سمجھ رہے ہو- اگر تمھیں میری بات یقین نہیں ہے تو لو یہ دیکھو میرے جسم پر ابھی تک مار کے نشان ہیں-

خلیفہ ہارون الرشید نے ابوالحسن کے جسم پر مارنے کے نشان دیکھے تو افسوس کرنے لگے اور بولے: "مجھے افسوس ہے کہ تمھیں یہ تکلیف پہنچی- بہر حال اب تو جو ہونا تھا' ہو چکا- میں انشاء اللہ اس کی تلافی کر دوں گا-"

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

یہی باتیں کرتے ہوئے وہ ابوالحسن کے گھر پہنچ گئے-حسب دستور آدھی رات کھانا کھانے اور ادھر ادھر کی خوش گپیوں میں گزر گئی-سوتے وقت خلیفہ کے اشارے پر ان کے غلام نے چپکے سے شربت کے پیالے میں بے ہوشی کا سفوف ملا دیا اور ابوالحسن اسے پی کر پھر بے ہوش ہو گیا-خلیفہ نے اپنے ملازم کو حکم دیا کہ اسے محل میں لے جائے اور پھر خود بھی ابوالحسن کے مکان کا دروازہ بند کر کے محل میں پہنچ گئے-

محل میں پہنچ کر خلیفہ نے حکم دیا کہ ابوالحسن کو عمدہ شاہی پوشاک پہنا کر ان کی خواب گاہ میں لٹا دیا جائے اور جب وہ صبح کو سو کر اٹھے تو پہلے کی طرح اس کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیا جائے جس طرح خلیفہ کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس کے ادب و احترام میں ہرگز کوئی کمی نہ کی جائے-

صبح سویرے جب ابوالحسن نیند سے بیدار ہوا تو شاہی محل کی اسی خوب صورت خوابگاہ میں اپنے آپ کو پا کر سخت حیران ہوا اور اس سے پہلے جو کچھ اس پر گزری تھی وہ سب یاد آ گئی-حسب معمول کنیزوں نے ساز چھیڑے اور گانا شروع کیا تو ہارون الرشید نے جو پردے کے پیچھے چھپے بیٹھے تھے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا تاکہ ابوالحسن کی باتیں سن سکیں-ابوالحسن نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف نگاہ ڈالی اور کہنے لگا:"افسوس، آج میں پھر وہی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں جس کی وجہ سے مجھے پاگل خانے جانا پڑا اور میں نے مار کھائی-اب پھر میرے ساتھ وہی کچھ ہوگا-یقیناً موصل کا سوداگر کوئی شیطان ہے-" یہ کہہ کر اس نے اپنی آنکھیں پھر بند کر لیں اور دل میں دعا مانگنے لگا کہ وہ اس شیطانی اثر سے نکل جائے-

تھوڑی دیر بعد ابوالحسن نے آنکھیں کھولیں تو پھر وہی منظر دیکھا-شاہی محل کی آراستہ پیراستہ خواب گاہ اور خوب صورت کنیزیں خدمت کے لیے چاروں طرف کھڑی ہیں-اس نے گھبرا کر آنکھیں دوبارہ بند کر لیں-کنیزوں نے بڑے ادب و احترام سے بار بار اٹھانے کی کوشش کی مگر ابوالحسن اب ان کے دام میں نہیں آیا اور یہ کہہ کر انھیں جھڑک دیا کہ کیوں خوامخواہ ایک غریب آدمی کو خلیفہ بنا رہی ہو-جاؤ اپنا کام کرو-کنیزیں کہنے لگیں معلوم ہوتا ہے عالی جاہ کوئی برا خواب دیکھ لیا ہے اور ابھی تک اس کے اثر میں ہیں-

ابوالحسن نے کہا:"دیکھو اس سے پہلے بھی مجھے ایسا خواب دیکھنے کی سخت سزا بھگتنی پڑی ہے جس کے نشان ابھی تک میرے جسم پر ہیں-اب میں تمھاری کوئی بات سننے والا نہیں-"

ایک خوب صورت کنیز بولی:"عالی جاہ آپ نے یقیناً کوئی برا خواب دیکھا ہے-آپ تو کل سے شاہی محل کے باہر تشریف ہی نہیں لے گئے ہیں-"

دوسری کنیزوں نے بھی اس کی تصدیق کی اور سب کہنے لگیں، جی ہاں، آپ تو محل سے باہر تشریف ہی نہیں لے گئے-یہیں خواب گاہ میں آرام فرما رہے ہیں-ان باتوں کو سن کر ابوالحسن سوچ میں پڑ گیا کہ کیا میں واقعی خلیفہ ہوں-میں جو پاگل خانے لے جایا گیا اور میں نے مار کھائی وہ خواب تھا، یا یہ جو میں اب دیکھ رہا ہوں یہ خواب ہے-

اس دوران خلیفہ کے اشارے پر کنیزوں نے ناچنا گانا شروع کر دیا-ابوالحسن کچھ دیر تو خاموش سنتا رہا اور پھر بستر سے کود کر کنیزوں کا ہاتھ پکڑ کر ناچنے لگا-وہ کچھ ایسا جوش میں آیا کہ اپنا شاہی لباس پھاڑ ڈالا اور ایک دھما چوکڑی مچا دی-خلیفہ ہارون الرشید نے اس کا جو

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

یہ حال دیکھا تو ہنس ہنس کے لوٹ گئے اور بے قابو ہو کر پردے سے نکل آئے۔

ابوالحسن نے خلیفہ ہارون الرشید کو پہچان لیا اور بولا: "اچھا، یہ آپ ہی موصل کے سوداگر کے بھیس میں میری ساری تکلیفوں کے باعث بنے تھے۔" ساتھ ہی وہ یہ بھی سمجھ گیا کہ خلیفہ نے یہ سب کچھ مذاق کے طور پر کیا ہے اور میں جو کچھ دیکھ رہا تھا، وہ حقیقت تھی، کوئی خواب نہیں تھا۔

خلیفہ نے بڑھ کر ابوالحسن کو گلے لگا لیا اور کہنے لگے: "ابوالحسن غم نہ کرو۔ میں تمھاری ساری تکلیفوں کی تلافی کر دوں گا۔"

ابوالحسن بولا: "واہ عالی جاہ، یہ خوب بات ہے۔ آپ کے مذاق نے تو میری جان ہی لے لی تھی مجھے پاگل خانے جانا پڑا اور مار الگ کھائی۔"

خلیفہ نے کہا "افسوس کہ ایسا ہوا۔ بہرحال اب تم میرے دربار میں رہو گے۔" پھر انھوں نے حکم دیا کہ ابوالحسن کو عمدہ لباس پہنایا جائے، ایک اچھا سا مکان اس کو رہنے کے لیے دے دیا جائے اور ایک ہزار اشرفیاں ماہانہ خرچ کے لیے دے دی جائیں۔

ابوالحسن اس انعام و اکرام کے بعد اپنے گھر آیا اور سارا قصہ اپنی ماں کو سنایا۔ اس کی ماں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے خلیفہ کو ان پر مہربان کر دیا۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد ایک دن ہارون الرشید نے اپنی ملکہ زبیدہ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ جب ابوالحسن محل میں آتا ہے تو ملکہ کی کنیز نزہت الارواح کی طرف اس کی زیادہ توجہ رہتی ہے۔ نزہت بھی اس کی طرف مائل نظر آتی ہے اس لیے میرا خیال ہے ان دونوں کی شادی کر دینی چاہیے۔

ملکہ زبیدہ نے کہا کہ ان کا خود بھی یہی خیال تھا۔ ان دونوں کی شادی ہو جانی چاہیے۔ یہ خوش رہیں گے۔

چنانچہ خلیفہ کے حکم پر ابوالحسن اور نزہت کی شادی ہو گئی۔ خلیفہ نے تحفے میں ابوالحسن کو اپنے محل کے قریب ایک محل رہنے کو دے دیا اور ملکہ نے نزہت کو اتنا سامان دے دیا کہ ان کا گھر بھر گیا۔

ابوالحسن اور نزہت خوش و خرم زندگی بسر کرنے لگے۔ ابوالحسن روزانہ دربار میں حاضر ہوتا اور نزہت ملکہ کی خدمت میں دن گزارتی۔ ہر طرح کا عیش و آرام تھا لیکن دونوں تھے فضول خرچ۔ جو تنخواہ دربار سے ملتی چند دنوں میں اڑا دیتے۔ ان کی فضول خرچی اس قدر بڑھی کہ تنگ دست ہو گئے۔ سوچا کہ اب کیا کریں۔ خلیفہ یا ملکہ سے مانگیں تو کیسے، شرم آتی تھی۔ سوچتے ہوئے ابوالحسن کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے نزہت سے کہا کہ تم ایک سفید چادر اوڑھ کر مردہ بن کر لیٹ جاؤ۔ میں خلیفہ کے پاس جا کر کفن دفن کے بہانے کچھ رقم لے آؤں گا۔

نزہت نے ایسا ہی کیا اور ابوالحسن روتا پیٹتا خلیفہ کے پاس پہنچا۔ خلیفہ نے پوچھا کیا ہوا؟ کیوں اس قدر پریشان ہو؟ ابوالحسن نے کہا، عالی جاہ، مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ نزہت مر گئی۔

یہ سن کر خلیفہ افسوس کرنے اور ابوالحسن کو تسلی دینے لگے۔ انھوں نے اسے اطلس کا تھان اور ایک ہزار اشرفیاں دیں اور کہا کہ جاؤ کفن دفن کا انتظام کرو۔ میں خود بھی آؤں گا۔

ابوالحسن اطلس کا قیمتی تھان اور ایک ہزار اشرفیاں لے کر خوش خوش گھر آیا اور

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

نزہت سے بولا' اب میں مردہ بن کر لیٹتا ہوں' تم ملکہ کے پاس جاؤ' تمھیں بھی کچھ مال مل جائے گا۔

نزہت نے ابوالحسن کو لٹا کر اس پر سفید چادر ڈالی اور بال کھولے روتی پیٹتی محل میں گئی۔ ملکہ زبیدہ نے اپنی چہیتی کنیز کو اس حال میں دیکھا تو گھبرا کر پوچھا خیر تو ہے' تجھے کیا ہوا۔ نزہت نے روتے ہوئے کہا' ملکہ عالیہ' ابوالحسن میرا شوہر چل بسا۔

یہ سن کر زبیدہ اور ان کی کنیزیں رونے لگیں اور افسوس کرنے لگیں۔ پھر ملکہ نے نزہت کو ایک ہزار اشرفیاں اور ایک جوڑا کم خواب کا دیا اور کہنے لگیں' جاؤ ابوالحسن کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو۔

نزہت اشرفیاں اور جوڑا لے کر گھر آئی اور پھر دونوں خوب ہنسے کہ اس ترکیب سے دو ہزار اشرفیاں اور قیمتی کپڑا ہاتھ آیا۔

ادھر خلیفہ ہارون الرشید دربار سے اٹھ کر محل میں آئے تو ملکہ زبیدہ ابوالحسن کے مر جانے پر افسوس کا اظہار کرنے لگیں۔ خلیفہ نے کہا تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ابوالحسن نہیں مرا' تمھاری چہیتی کنیز نزہت کا انتقال ہو گیا ہے۔

ملکہ زبیدہ نے کہا' عالی جاہ! مجھے نہیں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ نزہت نہیں اس کے شوہر ابوالحسن کا انتقال ہوا ہے۔

خلیفہ نے کہا' یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ابوالحسن خود میرے پاس روتا ہوا آیا تھا میں نے اس کو اطلس کا تھان اور ہزار اشرفیاں نزہت کے کفن دفن کے لیے دی ہیں۔

ملکہ نے خلیفہ سے کہا آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ نزہت تو روتی پیٹتی میرے پاس

آئی تھی کہ اس کا میاں مر گیا۔ میں نے اس کو کم خواب کا جوڑا اور ایک ہزار اشرفیاں ابوالحسن کی تدفین کا انتظام کرنے کے لیے دی ہیں۔

اب ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ میں اس بات پر تکرار ہونے لگی کہ ابوالحسن مرا ہے یا اس کی بیوی نزہت۔ دونوں اپنی اپنی بات پر اڑے تھے۔ خلیفہ نے کہا' اچھا میں مسرور کو بھیجتا ہوں کہ وہ دیکھ کر آئے اور بتائے کہ کون مرا ہے۔ اس طرح یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کون سچا ہے۔

مسرور جب ابوالحسن کے گھر کے قریب پہنچا اور ابوالحسن نے اس کو آتے دیکھا تو نزہت کو مردہ بنا کر بستر پر لٹا دیا اور اس پر سفید چادر ڈال کر رونے اور دھونے لگا۔ مسرور اس سے ہمدردی کا اظہار کرنے لگا اور پھر فوراً ہی واپس محل میں جا کر جو دیکھا تھا' وہ عرض کر دیا کہ عالی جاہ' ابوالحسن تو زندہ ہے' نزہت کا انتقال ہوا ہے۔

ملکہ نے یہ سن کر کہا' میں نہیں مانتی۔ مسرور آپ کا خاص خادم ہے وہ تو آپ کی سی ہی کہے گا۔ میں دریافت حال کے لیے اپنی کنیز کو بھیجتی ہوں۔ اس نے ایک کنیز کو اشارہ کیا کہ وہ جائے اور تصدیق کر کے آئے کہ ابوالحسن مرا ہے۔

ابوالحسن نے جب دور سے ملکہ کی خادمہ کو آتے دیکھا تو جھٹ سے مردہ بن کر لیٹ گیا اور نزہت کو کہا کہ وہ اس کے سرہانے بیٹھ کر رونا دھونا اور بین کرنا شروع کر دے۔

ملکہ کی کنیز نے اندر جا کر دیکھا تو نزہت بیٹھی رو رہی تھی۔ وہ ابوالحسن کے مرنے پر افسوس کرنے اور نزہت کو تسلی دینے لگی' پھر محل میں واپس جا کر ملکہ سے عرض کیا کہ میں دیکھ آئی ہوں' ابوالحسن مر گیا ہے اور نزہت اس کے سرہانے بیٹھی رو رہی ہے۔

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

خلیفہ ہارون الرشید یہ سن کر غصے میں آ گئے اور بولے 'میں خود دیکھ کر آتا ہوں۔

ملکہ زبیدہ نے کہا 'ٹھیریئے' میں بھی چلتی ہوں۔ ابھی فیصلہ ہو جائے گا کہ درحقیقت کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

چنانچہ ہارون الرشید اور زبیدہ دونوں اپنے خادم اور کنیزوں کے ساتھ ابوالحسن کے گھر روانہ ہوئے۔ نزہت اور ابوالحسن کو تو پہلے ہی سے یہ اندیشہ تھا اور وہ دروازے سے آنکھ لگائے دیکھ رہے تھے۔ خلیفہ اور ملکہ کو آتے دیکھا تو جھٹ پٹ دونوں چادریں اوڑھ سیدھے سیدھے پلنگ پر لیٹ کر مردہ بن گئے۔

جب ہارون الرشید اور زبیدہ اندر پہنچے تو دونوں کو مردہ دیکھ کر افسوس کرنے لگے۔
زبیدہ نے کہا 'افسوس میری پیاری نزہت بھی چل بسی۔ ایک تو وہ بے چاری شوہر کی موت پر غم زدہ تھی پھر آپ کی تحقیق نے اسے اور رنج پہنچایا اور وہ بھی مر گئی۔

خلیفہ نے کہا 'نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ابوالحسن کو نزہت سے بہت محبت تھی' وہ اس کی جدائی کی تاب نہ لا سکا اور چل بسا۔ پھر وہ دونوں مردوں کے قریب بیٹھ کر کہنے لگا افسوس کہ اب یہ نہیں معلوم ہو سکتا ابوالحسن اور نزہت دونوں میں سے کون پہلے مرا ہے۔ اگر کوئی بتا دے تو میں اس کو ایک ہزار اشرفیاں انعام دوں۔

خلیفہ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ابوالحسن اٹھ کھڑا ہوا اور خلیفہ کے قدموں میں گر کر کہنے لگا 'ایک ہزار اشرفیاں انعام دلوایئے' پھر بتاؤں گا کہ پہلے کون مرا ہے۔

یہ حال دیکھ کر نزہت نے بھی چادر اتار پھینکی اور ملکہ زبیدہ کے پاؤں پر گر کر معافی مانگنے لگی۔

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

Download Free Pdf Books, High Quality Islamic books, Urdu, English, Pashto, Books and Novels on Islamic History, Action, Adventure, Romance, Horror, Poetry books in Urdu Pashto, and Persian languages

ان دونوں کی یہ حرکت دیکھ کر سب حیران ہو گئے- ملکہ زبیدہ تو ڈر بھی گئیں کہ مردے زندہ ہو گئے- جب حواس درست ہوئے تو خلیفہ نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت تھی- اس پر ابوالحسن اور نزہت نے سارا قصہ سنایا اور معافی مانگتے ہوئے کہنے لگا کہ عالی جاہ' اپنی تنگ دستی کی وجہ سے ہم نے یہ سوانگ رچایا-

خلیفہ اور ملکہ زبیدہ ان کی صاف بیانی پر خوش ہوئے اور ان کا قصور معاف کر کے بہت سا مال بھی انھیں دے دیا-

نونہال ادب
ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان

www.freepdfpost.blogspot.com
www.pdfbooksfree.org

www.freepdfpost.blogspot.com

Download Free Pdf Books, High Quality Islamic books, Urdu, English, Pashto, Books and Novels on Islamic History, Action, Adventure, Romance, Horror, Poetry books in Urdu Pashto, and Persian languages

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان

www.pdfbooksfree.org
www.freepdfpost.blogspot.com